ایمانِ ابوطالبؑ

بزبانِ ابوطالبؑ

(دیوان حضرت ابوطالب علیہ السلام کا منظوم ترجمہ)

مترجم:

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید احسان حیدر جوادی

(فہیم ابن کلیم الہ آبادی)

ناشر:

علامہ جوادیؒ ٹرسٹ، میرا روڈ، تھانہ (ممبئی)، ہند

بسمہ تعالیٰ

نہایت ہی عزت و احترام کے ساتھ

اپنے والد مرحوم علامہ جوادی کے قریبی دوست

جناب عزیز زیدی صاحب

کی خدمت میں

۱ر۲ر۲۰۱۱ء

پیسیفک ٹریولس نئی دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمانِ ابوطالبؑ
بزبانِ ابوطالبؑ

(دیوان حضرت ابوطالب علیہ السلام کا منظوم ترجمہ)

مترجم:

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید احسان حیدر جوادی

(فہیم ابن کلیم الہ آبادی)

ناشر:

علامہ جوادیؒ ٹرسٹ، میرا روڈ، تھانہ (ممبئی)، ہند

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

شناسنامۂ کتاب

نام کتاب : ایمانِ ابوطالبؑ بزبانِ ابوطالبؑ
نام مترجم : حجۃ الاسلام سید احسان حیدر جوادی (فہیم ابن کلیم الہ آبادی)
استفادہ از اردو ترجمہ : علامہ سید رضی جعفر نقوی
تعداد صفحات : ۱۷۶/
تاریخ اشاعت : ۲۶/رجب المرجب (روز وفاتِ جناب ابوطالبؑ) ۱۴۳۱ھ، جون ۲۰۱۰ء
ناشر : علامہ جوادیؒ ٹرسٹ
پتہ : ۳/اے ۴/۷، اسمیتا ہیری ٹیج، نیا نگر، میرا روڈ، ممبئی۔ ۱۰۷
قیمت : ۲۰۰/روپیہ (صرف ہندوستان میں)

التماس سورۂ فاتحہ برائے ایصال ثواب

علامہ السید ذیشان حیدر جوادی طاب ثراہ — جملہ علماء اعلام اعلی اللہ مقامہم
مرحومہ نرگس بنت عبدالحسین — مرحومہ معصومہ بنت ابراہیم
مرحوم عبدالحسین ماؤجی — مرحوم غلام حسین میگھانی
شہدائے عزاداریٔ سید الشہداءؑ — تمام مرحومین و مرحومات

۷۸۶

عظیم المرتبت باپ کے جلیل القدر فرزند

یہ بات نہایت قابل مسرت اور لائق تحسین ہے کہ برادر عزیز حجۃ الاسلام مولانا سید احسان حیدر جوادی صاحب دام مجدہ نے سید بطحا مومن قریش حضرت ابوطالبؑ کے اشعار کو اردو نظم کے قالب میں ڈھال کر ''ایمان ابوطالبؑ بزبان ابوطالبؑ'' کے عنوان سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

فجزاء اللہ خیر الجزاء

آج سے چند سال قبل دوران سفر حج ایک اسٹال پر مجھے ایک کتاب نظر آئی جس کا عنوان تھا ''دیوان ابوطالب'' عنوان کی کشش ایسی تھی کہ بک اسٹال سے اس کتاب کو خریدنے کے بعد، سرزمین حجاز پر قیام کے دوران ہی اس کے مطالعہ کی سعادت حاصل کرلی اور پھر وطن آنے کے بعد اسے اردو کے قالب میں ڈھال کر ادارۂ اصلاح سے شائع کیا

(بعد میں لاہور اور دوسرے ادارے سے بھی یہ کتاب شائع ہوئی)

برادر مکرم حجۃ الاسلام مولانا سید احسان حیدر جوادی صاحب دام مجدہ نے جو ایک نہایت عظیم المرتبت بین الاقوامی شخصیت حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید ذیشان حیدر جوادی اعلیٰ اللہ مقامہ کے فرزند ار جمند اور گونا گوں خصوصیات میں ان کی برجستہ صفات کے بھی کامل جانشین نظر آتے ہیں۔

آپ نے سرکار ابوطالبؑ کے دیوان کا منظوم ترجمہ کر کے درحقیقت ایک عظیم خدمت انجام دی ہے۔

کیونکہ سرکار ابوطالبؑ اسلامی تاریخ کے ایک مظلوم ترین شخصیت ہیں جن کے صفات پر مبنی آثار ان کے دسترخوان کی ہڈیاں چچوڑنے والوں نے نہایت تاریک پردے میں ڈالنے کی مذموم حرکت کی ہے۔

اس لئے اہل ایمان کو چاہئے کہ کل ایمان کے والد عم النبی حضرت ابوطالبؑ کے خدمات اور کارناموں کو زیادہ سے زیادہ تشہیر کرتے رہیں۔ تاکہ اغیار کی سازشوں کا پردہ چاک ہوتا رہے۔

میں برادر عزیز مولانا سید احسان حیدر جوادی صاحب کو ان کی اس گرانقدر خدمت پر صمیم القلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

احقر۔
رضی جعفر نقی (کراچی)

فہرست

از تبرکات: علامہ السید ذیشان حیدر جوادیؒ

حضرت ابوطالبؑ، شخصیت اور خدمات

حضرت ابوطالبؑ کی پوری زندگی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کی پوری زندگی میں کوئی لمحہ ایسا نہیں آیا جسے کفر سے سازگار یا اسلام سے کنارہ کش تصور کیا جا سکے۔ یہ ضرور ہے کہ ان لمحات کے صحیح تجزیہ کے لئے ایک ذہن رسا اور چشم بینا کی ضرورت ہے ورنہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شے اپنے انتہائی ظہور کی بناء پر اخفاء میں چلی جاتی ہے۔

فلسفہ کا ایک مسلّم مسئلہ ہے کہ پوشیدگی اور مخفیت گمنامی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کا عامل بعض اوقات خود ظہور بھی ہوتا ہے۔

ہم دنیا کی جس شے کو بھی دیکھتے ہیں اس سے پہلے نور آفتاب نظر آتا ہے۔ اس کے بعد اس کے وسیلہ سے اس شے پر نظر پڑتی ہے جسے دیکھنا چاہتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم اس شے پر نظر جما لیتے ہیں اور نور آفتاب کی طرف سے یکسر غافل ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ہمیں جس شے کا بھی علم ہوتا ہے اس کا وسیلہ وہ ذہنی تصویریں ہوتی ہیں جو صفحہ قلب پر منعکس ہوتی ہیں لیکن اس کے بعد ہم اپنے ہی نفس سے غافل ہو کر اس شے کی طرف توجہ کو مرکوز کر دیتے ہیں۔

اس سے زیادہ واضح مثال یہ ہے کہ آج کی بعض تحقیقات کی بنا پر دنیا میں رنگ کا

کوئی وجود نہیں ہے۔ سرخ و زرد، سیاہ و سفید یہ سب ان ہوائی تموّجات کا نتیجہ ہیں جو اپنے پہلو میں نور کی شعائیں لئے رہتے ہیں۔ مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ فلسفی اعتبار سے اس دعوے پر کوئی مکمل دلیل قائم ہو سکی ہے یا نہیں؟ مجھے تو صرف یہ بتانا ہے کہ فلسفہ جدید و قدیم دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اکثر چیزیں اپنے ظہور اور انکشاف کامل کی بنا پر مخفی ہو جاتی ہیں۔

اسی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کا نظروں سے پوشیدہ ہو جانا اس کے گمنام اور مخفی ہونے کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ اس کے کمال ظہور کا اثر ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آفتاب کی شعاعیں بھی چمگادڑ کی نظروں سے پوشیدہ رہتی ہیں۔

ورنہ کیا سبب تھا کہ دنیا کو آپ کا مادّی جہاد، آپ کا سماجی مقابلہ اور آپکے تربیتی خدمات نظر آئے لیکن ان کے پس منظر میں کام کرنے والا بنیادی عقیدہ نظر نہ آسکا۔

حضرت ابوطالبؑ کی سیرت سے دلائل ایمان اور شواہد عقیدہ کے جمع کرنے کے لئے آپ کی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا:

پہلے حصہ میں آپ کے اضافی اوصاف پر نظر ڈالی جائے گی۔

دوسرے میں نفسیاتی رجحانات پر بحث ہوگی۔

تیسرے حصے میں آپ کے ذاتی خدمات بیان کئے جائیں گے۔

اور چوتھے حصے میں آپ کے بارے میں عظمائے امت کے اعترافات اور ارشادات نقل کئے جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

اضافی اوصاف

آپ کا نسب شریف اس تسلسل کے ساتھ جناب آدمؑ تک پہنچتا ہے:

ابو طالب ابن عبد المطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف بن قصی بن کلاب، بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (عامر) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن ادنان بن اد بن ادد بن الیسع بن الہمیسع بن سلمان بن النبت ابن حمل ابن قیدار ابن اسماعیل بن ابراہیم بن تارخ بن نامور بن شروغ بن ارغعر بن فالغ بن عابر (ہود) بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن خنوخ (ادریس) بن یارد بن مہلابیل بن انوش بن شیث بن آدم (علیہم السلام)۔ (کنایۃ الطالب ص ۳۶۷)

آپ کے اسم گرامی کے بارے میں علماء میں قدرے اختلاف ہے۔ صاحب عمدۃ الطالب احمد بن علی کا قول ہے کہ آپ کا اسم شریف عبد مناف تھا۔ ابو بکر طرطوسی کی رائے ہے کہ اسم مبارک عمران تھا اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خود ابو طالبؑ ہی تھا۔

بعض لوگوں نے عبد مناف کو ترجیح دی ہے کہ حضرت عبد المطلب نے اپنی وصیت میں اسی نام سے یاد کیا ہے اور ابو طالبؑ کنیت قرار دیا ہے۔ رہ گیا عمران تو اس کے بارے میں روایت کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اگر چہ شہرت اسی نام کی ہے اور اسی اعتبار سے اہلبیتؑ کو آل عمران بھی کہا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

توارث صفات

"پدرم سلطان بود" اگر چہ انسان کو سلطان نہیں بنا سکتا ہے لیکن یہ حقیقت بھی نا قابل انکار ہے کہ سلاطین کی اولاد کی ذہنیت عام ذہنیتوں سے مختلف ضرور ہوتی ہے۔ اب یہ اختلاف جائز حدود میں ہوتا ہے یا نا جائز۔ اس کے عوامل و حرکات اچھے ہوتے ہیں یا برے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان اپنے موروثی صفات کا آئینہ دار ضرور ہوتا ہے۔

قانونِ توارث کے تفصیلات کا تزکرہ اپنے موضوع سے خارج ہے۔ اس لئے اسے علماء نفس کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اس قانون کا کسی حد تک تسلیم کرنا انتہائی بدیہی اور وجدانی امر ہے۔

انسان جن صفات کا حامل ہوتا ہے، بچے میں ان صفات کا پایا جانا ایک فطری امر ہے۔ ایک بخیل کے بچے میں بخل اور ایک کریم کے بچے میں کرم کا ہونا ضروری ہے۔ یہ اور بات ہے کہ حالات زمانہ اور اختلاف معاشرہ کی بنا پر ان اختلافات کا مظاہرہ اپنی آبائی شکلوں میں نہ ہو سکے۔

بچہ ابتدائی تخلیق کے اعتبار سے ماں باپ کے اوصاف کو لے کر دنیا میں آتا ہے۔ پھر معاشرہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ اپنے داخلی کیفیات کی بنا پر سماج کا مقابلہ کرتا ہے اور نتیجہ میں تصادم و تعارض ایک جدید شکل کی طرف لے جاتا ہے جس کا حقیقی سر چشمہ وہی موروثی صفات ہوتے ہیں جن کو لے کر وہ دنیا میں آتا ہے۔

اگر بچہ کسی بخیل و لئیم انسان کے گھر پیدا ہوتا ہے اور اس کی تربیت ایک ایسے عالم

اور فیاض گھرانے میں ہوئی ہے جس کا شعار دولت کا لٹانا اور اموال کا تقسیم کرنا ہو تو یہ خارجی اثرات سے متاثر ہونے کے بعد اموال کی تقسیم میں بخل سے کام نہ لے گا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بخل اس کی سرشت سے نکل گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کا اظہار دولت علم کی تقسیم میں ہو جائے یا ثروت اخلاق کی فیاضی میں ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ دین اسلام نے انسان کی تربیت کا انتظام اس کے شعوری دور سے نہیں کیا کہ اس وقت وراثت اپنا اثر دکھا چکتی ہے بلکہ اس کا مکمل اہتمام اس کے وجود میں آنے کے پہلے سے ہی شروع کر دیا ہے۔ ادھر کسی انسان نے تولید مثل کا قصد کیا ادھر اسلام نے اپنے احکام نافذ کر دئے۔ دودھ پلانے پر خاص توجہ دو۔ ناجائز و ناروا خیالات کی حامل عورت سے بچے کو محفوظ رکھو۔ اچھی آغوش میں تربیت کا انتظام کرو، وغیرہ۔

یہ سب اسی لئے ہے کہ تربیت عالم وجود میں قدم رکھنے سے پہلے ہو، تاکہ موروثی صفات اپنا غلط رنگ نہ جما سکیں۔ ایسا نہ ہو کہ مصلح و مربی کی ساری تدبیریں صرف ان بنیادی جراثیم کی بنا پر بیکار اور بے سود ہو جائیں جو پہلے سے طینت میں اپنا گھر بنا چکے ہیں۔

توارثِ صفات کے اس نظریے پر ایک عبوری نظر ڈالنے کے بعد ہمارا فریضہ ہو جاتا ہے کہ ہم اس سلسلے میں حضرت ابوطالبؑ کے موقف کو واضح کر کے بتائیں کہ اس نجیب الطرفین فرزند کو اپنے والدین سے کیا کیا ملا ہے۔!



حضرت عبد المطلبؑ

(عالم عربیت کا رئیس مطلق اور ابو طالبؑ کا مربی اوّل)

کیا کہنا اس انسان کامل کا جسے تاریخ آج تک مفلسوں کی پناہ گاہ اور غریبوں کے ملجا و ماویٰ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ جس نے حاجیوں کو سیراب کر کے ''فیاض'' اور اُڑتے ہوئے پرندوں غذا دیکر ''مطعم الطیر'' کا لقب حاصل کیا۔

اس وقت آپکی مکمل تاریخ پیش کرنا مقصود نہیں ہے، صرف ان خطوط کی نشاندہی کرنا ہے جو آپ کی زندگی میں بڑی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں یعنی آپ کا ایمان و اخلاص اور جود و کرم۔

جود و کرم کا یہ عالم تھا کہ کبھی تڑپتے ہوئے دل اور سنولائے ہوئے چہرے دیکھے نہیں جاتے تھے۔ ادھر دھوپ کے مارے ہوئے قافلے اور میدان کی تپش سے جھلسے ہوئے چہرے سامنے آئے اور ادھر سیرابی کا انتظام شروع ہو گیا۔ کوئی مسافر پیاسہ نہ رہ جائے، کسی غربت زدہ کو احساس غربت نہ ہونے پائے، کوئی دور افتادہ اپنے کو لاوارث تصور نہ کرے! صرف اس لئے کہ آنے والے اللہ کے مہمان اور خانۂ خدا کے طواف کرنے والے ہیں۔

کوئی پوچھے کہ ان آنے والوں سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ یہ سارے انتظام آپ کیوں کر رہے ہیں؟ مکہ والے اپنے شہر کی آبرو کا خیال کیوں نہیں کرتے ہیں؟ عالم عربیت کی حمیت و غیرت کو کیا ہو گیا ہے؟

حقیقیت یہ ہے کہ یہ اہتمام و انتظام، یہ خاطر داری اور ضیافت اس بات کا واضح

ثبوت ہے کہ اس انسان کے دل مین عشق الٰہی کے گہرے جذبات اور جودوکرم کے عمیق رجحانات پائے جاتے ہیں۔ نہ تو یہ چاہتا ہے کہ ریگزار حجاز کے تپش زدہ پیاسے جائیں اور نہ یہ برداشت کرسکتا ہے کہ خدائی مہمانی پر کوئی حرف آسکے۔ اسے نہ گوارا ہے کہ اپنے موروثی جذبات گُھٹ کرمر جائیں اور نہ یہ برداشت ہے کہ دھوپ اور پیاس کی شدت سے گھبرا کرلوگ طواف خانۂ کعبہ چھوڑ دیں۔

سوال یہ ہے کہ جودوکرم اور احساس وشعور کے یہ گہرے رجحانات حضرت ابو طالبؑ کی زندگی میں کس طرح ظاہر ہوئے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے، تاریخ کے اوراق ہمارے سامنے ہیں۔ قلت مال اور کثرت عیال نے پریشان کر رکھا ہے لیکن وراثتی صفات اس بات پر مجبور کررہے ہیں کہ اللہ کے مہمان بھوکے پیاسے نہ رہ جائیں اور لوگ گھبرا کر خانۂ کعبہ کو ترک نہ کریں۔ اپنا گھر اجڑتا ہے تو اجڑ جائے لیکن اللہ کا گھر آباد رہے، اپنے سر پر بار بڑھتا ہے تو بڑھ جائے لیکن اللہ کی مہمانداری پر حرف نہ آنے پائے۔

کیاان تصورات وجذبات کاانسان بھی کافر ہوسکتا ہے؟



ایمان وعقیدہ

آپ کے ایمان کامل کا ثبوت آپ کا وہ مباہلہ ہے جو آپ نے ابرہہ سے اس وقت کیا جب وہ خانۂ خدا کو منہدم کرنے کے لئے اپنا عظیم الشان لشکر لیکر مکہ آیا۔ آج دنیا میں اسلام کے ٹھیکیدار بہت ہیں، جسے دیکھئے وہ ذمہ دار شریعت ہے، جس پر نظر ڈالئے وہ

فلستُ بقاطع رحمی و وُلدی	میں قطعِ رحم کسی طور کر نہیں سکتا
و لو جرّت مظالمها الجرورُ	ولو کہ گرم ہو جنگ و جدال کا تنّور
ایا من جمعهم افناء فِهرٍ	جو لوگ قتلِ محمدؐ پہ یکزباں ہیں آج
لقتل محمدٍّ و الامرُ زُورُ	وہ ایک فکرِ عبث میں ہیں سر سے پا تک چُور
فلا و ابیك لا ظفرت قریشٌ	قریش ہو نہیں سکتے ہیں کامیاب کبھی
و لا لقِیَتْ رشاداً اذ تشیرُ	یہ فعلِ بد ہے، اور اِس میں نہیں خوشی و سرور
بنی اخی ونوطُ قلبی منّی	مرا بھتیجا، مرا لختِ دل ہے، یاد رہے
و ابیض ماؤہ غلق کثیر	ہے کس میں زور بھلا، جو اُسے کرے رنجور
و یشرب بعده الولدانُ ریّاً	مری بھی آل، طعام و شراب تج دے گی
و احمدٌ قد تضمّنه القبورُ؟	جو نیند آ گئی احمدؐ کو درمیانِ قبور
ایا بنُ انف بنی قُصَیّ	قریش کیا ہیں! زمانے میں بے مثال ہے تو
کأنّ جبینك القمر المنیرُ	کہاں ہے چاند میں، جو ہے تری جبین میں نور

(۳۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل، خانۂ کعبہ کی تعمیرِ نو کے موقع پر اہلِ مکہ کے درمیان اِس بات پر اختلاف ہوا کہ اِس نئی تعمیر میں ''حجر اسود'' کون نصب کرے گا؟ پھر اِس بات پر اتفاق ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے یہاں آئے گا وہی اِس پتھر کو نصب کرے گا۔

چنانچہ حضور اکرمؐ وہاں پہونچے اور سب خوش ہو گئے کہ ''یتیم عبداللہ'' کے دست مبارک سے یہ کام انجام پائے گا۔ لیکن ایک نجدی شیطان نے شور مچایا کہ بزرگوں کی موجودگی میں ایک یتیم یہ کام انجام دیگا؟ اس موقع پر جناب ابوطالبؑ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

اِنّ لنا اوّلہ و آخرہ — فی الحکم و العدل الّذی لا تنکرہ

ہم بیتِ الٰہی کے ہیں اوّل، آخر — اور کوئی بھی عادل نہیں، اِس کا منکِر

و قد جھدنا جُھدنا لنعمرہ — و قد عمرنا خیرہ و اکثرہ

آبادی کی کوشش میں سدا سے حاضر — تعمیر میں کردار ہمارا وافر

فاِن یکُن حقّاً فَفِینا اَوفَرہٗ

پس نصبِ حجر حق ہے ہمارا ظاہر

(۳۶)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق جناب جعفر طیّارؑ کی قیادت میں مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ، اور پھر اُن کی مخالفت میں عمرو بن عاص نجاشی بادشاہ کے پاس پہونچا تو اُس کی سرکوبی کے لئے خود حضرت ابوطالبؑ بھی حبشہ کی طرف جانے کے لئے تیار ہوگئے ۔ اِس موقع پر فرمایا:

تقولُ ابنتی : این این الرحیل
و ما النیبُ منّی بمستنکر

میری تیّاری پہ پوچھے ہے یہ میری دختر
جبکہ درپیش سفر رہتا ہے مجھ کو اکثر

فقلتُ : دعینی، فانّی امرءٌ
أُریدُ النجاشی فی جعفر

میں یہ بولا کہ میری لعل مجھے رخصت کر
مُلکِ نجّاشی سے تا لاسکوں حالِ جعفرؑ

لأُکویہ عندہ کیّہ
أُقیمُ بھا نخوۃ الاصعر

عمرو بن عاص کی مکّاریوں کو ختم کروں
اور پَیروں سے کُچل ڈالوں میں مغرور کا سَر

وانّ انثنائی عن هاشم
بما اسطعتُ فی الغیب و
المحضر

اُس کو بتلاؤں کہ میں فخرِ بنی ہاشم ہوں
حق ادا کرتا ہوں عظمت کا بہ غیب و محضر

و عن عائب اللّاتِ فی قوله:
و لَولا رضا اللّاتِ لمْ نمطر

ربط بارش کا کوئی 'لات' کی مرضی سے نہیں
میری نظروں میں تو ہے 'لات' فقط اک پتھر

وَ اِنّی لأشنأُ قریشاً له
و اِنْ کان کالذهبِ الاحمر

اہلِ مکّہ کی ہے اِن باتوں سے نفرت مجھ کو
گر ہو وہ اُن کی نگاہوں میں طلائے احمر



”س“ کے قوافی

(۳۷)

جب جناب ابوطالبؑ کو یہ پتہ چلا کہ مشرکینِ مکہ اِس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ: ابوطالبؑ انتقال کر جائیں تو ہم لوگ (حضرت) محمدؐ (مصطفیٰ) کو قتل کر دیں گے، تو آپؑ نے خاندان بنی ہاشمؑ کے تمام لوگوں، اور جن لوگوں سے اِن لوگوں کے عہد و پیمان تھے، سب کو جمع کر کے وصیّت فرمائی کہ: ”میں دنیا میں رہوں کیا نہ رہوں بہر صورت رسول خداؐ کی مدد و نصرت کرتے رہنا“۔ اِس موقع پر آپ نے چند اشعار بھی کہے:

أوصی بنصر النّبیّ الخیرِ مشهده
علیّاً ابنی و عمَّ الخَیر عبّاساً

میرے فرزند علیؑ اور میرے بھائی عباس
ہے وصیّت کہ پیمبرؐ کی مدد کار رہے پاس

و حمزة الاسد المخشی صولته
و جعفراً ان تذودا دونه النّاسا

بیشۂ زور و شجاعت کے اسد، اے حمزہ!
اور اے جعفر با حوصلہ من کُلِّ اُناس

و ھاشماً کلّھا اُوصی بنصرته
ان یٓاخذوا دون حرب القوم امراساً

یہ وصیّت ہے مری سارے بنو ہاشم کو
حالتِ جنگ میں بس ایک ہی رکّھیں احساس

کونوا فداً ، لکم نفسی و ما ولدتُ
من دونِ احمدؐ عند الرّوعِ اتراساً

اُس فداکاری کا اظہار سرِ میداں ہو
جس میں بجھتی نہیں ہرگز بھی مددگار کی پیاس

بکلٍّ ابیض مصقول عوارضۃٌ
تخاله فی سواد اللّیل مقیاساً

وہ چمکتی ہوئی تلواریں سرِ مقتل ہوں
جس کی تاریخ میں ہو کوئی مثال اور نہ قیاس



''ف'' کے قوافی

(۳۸)

خاندان بنی ہاشمؑ کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الحمدُ للّٰہ الّذی قد شرّفنا
قومی و اعلاھم معاً و غطرفاً

خدا کی حمد کہ وہ جامِ مرتبہ ہے بہ کف
کہ ہم کو چھوڑ کے پایا نہ کوئی بھی یہ شرف

قد سبقوا بالمجد من تعرّفا
نجدَ أتلیداً واصلا مسطرفاً

ہمارے فضل وشرف، عظمت و بزرگی کا
نہ پا سکا نہ ملے گا کسی کو بھی یہ ہدف

لو انّ انف لاریح جاراھم ھفا
و صار عن مسعاتھم مخلّفا

چراغِ عزم ہمارا بجھانا چاہیں اگر
تو تیز وتُند ہواؤں کی کوششیں ہوں تلف

کفَوا اساۃ السّیءَ من تکلّفا
کانوا لاھل الخافقین سلفا

زمانے بھر کے پریشاں کے کام آتے ہیں
ہمارے جیسے تھے اسلاف، ہم ہیں ویسے خلف

و اصبحوا من کلّ خلق خلفا
ھُم انجم و ابدر لن تُسکفا

مدد گذاری میں بے داغ چاند تارے ہیں
ہمیں تو ہیں جو دُرِ آبدار کے ہیں صدف

و موقف فی الحرب اسنیٰ موقفا
اُسدُ تھدُّ بالزّئیراتِ الصّفا

یقین مانو صفِ کارزار میں ہم لوگ
وہ شیر ہیں کہ چنگھاڑیں تو منتشر ہو صَف

ترغُمُ من اعدائھنَّ الانفا
و تدفع الدّھر الّذی قد اجحفا

ہم اِس طرح سے مقابل سے جنگ کرتے ہیں
کہ اُس کی ناک رگڑ دیتے ہیں بہ خاک و خزف

لو عُدَّ ادنیٰ جودھم لاَضعفا
علیٰ البحار و السّحاب استرعفا

ہماری قوم سخاوت کرے تو یہ سمجھو
کہ بادلوں میں وہ پانی، نہ بحر میں وہ صدَف



(۳۹)

ایک اور موقع پر فرمایا:

منعنا ارضنا من کُلّ حیٍّ
کما امتنعت بطائفها ثقیف

مِلا حفاظتِ مکہ میں ہم کو بھی وہ شرف
بنی ثقیف نے طائف کا پایا جیسے ہدف

اتاهم معشرٌ کَی یسلبوهم
فحالتُ دونَ ذٰلکمُ السّیوف

جو لوگ اُن سے زمینوں کو چھیننے آئے
تو ایسے تیغ چلائی، بجے ہے جیسے دَف



(۴۰)

ابولہب (نے جب رسول خداؐ کی مخالفت شروع کی تو اُس) کی سرزنش کرتے ہوئے جناب ابوطالبؑ نے فرمایا:

عِجبتُ لحِلمٍ یابن شیبة عازب و احلام اقوام لدیك سخیف	ابنِ شیبہ! ترا کس درجہ ہے سَر، عقل سے صاف کام تیرا ہے ذوی الفکر کا بس استخفاف
یقولون شائع مَن ارادَ محمداً بظلمٍ، و قُم فی امرہ بخلاف	وہ یہ کہتے ہیں محمدؐ کے ستمگار بنو چاہیئے تجھ کو مگر، رَہ تو مخالف کے خلاف
اضامیمُ اِمّا حاسد ذو خیانةٍ واِمّا قریب منك غیر مصاف	لوگ یہ سارے فریبی ہیں، حسد رکھتے ہیں اور بد بختیوں کے اوڑھے ہیں سَر تک یہ لحاف
فلا ترکبَنَّ الدّھر منه نعامةً و انتَ امرؤٌ و مِن خیر عند مناف	حق کا دوساتھ، زمانے کی روِش پر نہ چلو تم تھے مُنجملۂ اخیارِ بنی عبدِ مناف

وارث قرآن ہے۔ لیکن انصاف سے بتائیے کہ اگر آج اسلام پر کوئی وقت پڑ جائے تو کیا کوئی ایسا مسلمان ہے جو حضرت عبدالمطلب جیسا مطمئن قلب اور پُرسکون نفس لیکر اٹھ کھڑا ہو۔! یہاں تو مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ بات بات پر دشمن کو چیلنج کر رہے ہیں اور جب بات پوری نہیں ہوتی تو مصلحت خدا پر ٹال دیتے ہیں جس کے نتیجے میں اسلام کی رسوائی اور شریعت کی بے عزتی ہی ہوتی ہے۔ لیکن کیا کہنا حضرت عبدالمطلبؑ کی دوررس نگاہوں کا کہ آپ نے ابرہہ سے اس وقت تک کوئی بات نہیں کی جب تک کہ مشیت الٰہی کا اندازہ نہیں کرلیا۔ یہی وجہ تھی کہ ادھر زبان پر کلمات آئے اور ادھر ابابیل کی فوجیں روانہ ہوگئیں۔

مباہلہ ایک کام ہے جس کا اختیار سوائے ان اولیائے خدا کہ کسی اور کو نہین ہے جن کو اپنی طلب پر اعتماد کامل اور اللہ کی مشیر پر اطلاع تام حاصل ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناسان اپنی خواہش سے کوئی بات کہہ دے اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں اسلام بدنام ہوجائے، اس لئے کہ اللہ نے ہر ایک کے دعوے کی تصدیق کی کوئی ضمانت نہیں لی ہے۔

حضرت عبدالمطلبؑ کا یہ وہ طرز عمل تھا جس نے آپ کی وصایت کو مکمل طریقہ سے واضح کردیا۔ آپ انتہائی اطمینان نقلب کے ساتھ ابرہہ کو چیلنج کرتے ہیں اور پھر جو کچھ فرماتے ہین وہ چند لمحات مین نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے تاکہ دنیا دیکھ لے کہ دعا میں کتنی تاثیر ہے اور ایمان کی لاج کس طرح رکھی جاتی ہے۔

سابق بیان کو دیکھنے کے بعد یہ کہا جاسکتا تھا کہ اگر حضرت عبدالمطلبؑ کی فیاضی کو یہ گوارا نہ تھا کہ خانۂ کعبہ کی مرجعیت میں کوئی فرق آسکے، تو پھر ابرہہ کے مقابلے میں خانۂ کعبہ کی طرف سے دفاع کیوں نہیں کیا؟

و لا تترکنهٔ ما حییَتَ لمعظمٍ
و کُن رجلاً ذا نجدةٍ و عفاف

وہ جو حامیِ فضیلت ہیں، اُنھیں مت چھوڑو
اور اُن جیسے بنو، جو کہ مردانِ عفاف

یذود العدا عن ذِروةٍ ھاشمیّة
اِلافھُم فی النّس خیر اِلاف

ہاشمی بن کے زمانے میں اُجالا بانٹو
وہ محبت کرو سب سے، کہ کریں لوگ طواف

فـاِنّ لـه قُربیٰ لدیك قریبةً
و لیس بذی خِلفٍ و لا بمضاف

اِن سے تو تیری قرابت بھی ہے، رشتہ بھی ہے
یہ تیرے اپنے ہیں، دشمن ہیں نہ ہیں اہلِ خلاف

و لٰکنّه نب ھاشم ذو صمیمھا
الیٰ ابحُرٍ فوق البحور طواف

یہ تو وہ صاحبِ عظمت ہے، بنو ہاشم میں
جس کا گردابِ سمندر کریں، ہر وقت طواف

و زاحِم جمیع النّاس عنه و کُن له
وزیراً علیٰ الاعداء غیر مجاف

سامنے کوئی بھی دشمن ہو، تو پروا نہ کرو
ایسے نصرت کرو، جیسے کہ ہو سَر دی میں لحاف

و غضِبتْ منه قريش قفُل لها
بنى عمِّنا ما قومكُم بضعاف

اور قریشی جو عداوت کریں، اُن سے کہہ دو
ہم چچازادے کی نصرت میں ضعیف ہیں نہ ضعاف

وما بالكُم تغشَون منه ظلامةً؟
وما بالُ احقادٍ هناك خواف؟

کیا ہوا ہے تمہیں، کیوں ظلم پہ آمادہ ہو؟
کیا برائی ہے، ہو کس بات پہ تم اِس کے خلاف؟

وما قومنا بالقومِ يغشون ظلمنا
وما نحنُ فيما سائهم بخفاف

ہم کسی قوم پہ بھی ظلم نہیں کرتے ہیں
اور کسی کا نہیں کرتے کبھی استخفاف

و لٰكنّنا اهلُ الحفائظِ و النُّهىٰ
و عزٍّ ببطحاء المشاعر واف

ہاں مگر صاحبِ ہر عزت و حرمت ہیں ہم
اور مشاعر کے محافظ ہیں بہ شاف اور بہ کاف



"ق" کے قوافی

(۴۱)

اپنے فرزند "طالب" کو مخاطب کر کے (اُنھیں تاکید کرتے ہوئے حضور اکرمؐ کی مدد و نصرت کے لئے) جناب ابوطالبؑ یوں فرماتے ہیں:

أَبُنَيَّ طالب اِنَّ شيخك ناصحٌ
فيما يقول مسدَّدٌ لك راتق

اے میرے نورِ نظر، طالبِ راشد، فائق
یہ نصیحت ہے ترے بوڑھے پدر کی فائق

فاضرِبْ بسيفك مَن اراد مسائةً
حتّىٰ تكون له المنيّةُ ذائق

گر کوئی مرسلِ اعظمؐ کی بُرائی چاہے
لیکے تلوار اُسے موت کا کر دو ذائق

هٰذا رجائی فيك بعد منيّتی
لا زِلتُ فيك بكلِّ رُشدٍ واثق

جیتے جی ہی نہیں، تم اِس کے رہو گے ناصر
بعدِ مُردن بھی، مجھے ہے یہ یقینِ واثق

فاعضِد قواهُ یا بُنیَّ و کُن له
اَنّیٰ یجدك لا محالة لاحق

اِس طرح اُن کے لئے قوّتِ بازو بن جاؤ
ہر جگہ تم نظر آؤ اُنھیں ملحق ، لاحق

اهاً اُردّدُ حسرةً لفراقه
اذُ لا اراهُ و قد تطاول باسق

دیکھ پایا نہ جہاں بھر میں، مَیں پرچم اُس کا
اِسی صدمہ نے زمانے سے کِیا ہے فارق

اَتریٰ اراهُ و اللّواءُ امامه
و علیٌّ ابنی للّواءِ معانق؟

مجھ کو یہ چشمِ تصوّر سے نظر آتا ہے
دستِ حیدر میں ہے اسلام کا پرچم شارق

اتراه یشفع لی و یرحمُ عبرتی؟
هیهات اِنّی لا محالة زاهق؟

بس اِسی صدمۂ جانکاہ میں موت آتی ہے
ہے عدو چارطرف ، جاتا ہے عمِّ مُشفِق



(۴۲)

مکہ کے لوگوں کو حضور اکرمؐ کی مخالفت سے روکتے ہوئے (اور سابقہ اقوام کی سرکشی اور اُس کے نتائج سے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے) جناب ابوطالبؑ نے فرمایا:

افیقوا بنی غالبٍ و انتھوا
عن البغیِ فی بعض ذا المنطق

اے بنو غالب! اُٹھو اور بس کرو یہ طمطراق
دشمنی اہلِ خرد سے، جان لو ہے مجھ کو شاق

و اِلّا فاِنّی خائف
بوائقَ فی دارکم تلتقی

مَیں یہ ڈرتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو، بد بختیاں
گھر تمہارا دیکھ لیں، دنیا میں بن جاؤ مذاق

تکونُ لغیرکمو عِبرۃً
و ربِّ المغارب و المشرق

دوسروں کے واسطے تم قصۂ عبرت بنو
ہے قسم تم کو بہ ربِّ انغراب و انشراق

کما نالَ مَن کان من قبلکم
ثمودَ و عادَ فمَن ذا بقی

بن نہ جاؤ تم بھی عبرت میں کہیں عاد و ثمود
کر نہ ڈالے تم کو بھی قہرِ الٰہی غیرِ باق

فحلّ علیهم بها سُخطةٌ
من الله فی ضربة الازرق

جب اُنھوں نے ناقۂ صالح کی کونچیں کاٹ دیں
قہر ڈھایا رب نے ایسا، جو کہ تھا بس خود میں طاق

غداً اتتهم بها صرصرَ
وناقة ذی العرش اِذ تستقی

جب کیا سیراب اُس ناقے کو جامِ موت سے
آندھی آئی اور ہوا میں اُڑ گیا سب طمطراق

غدلة یُعِضُّ بِعُرقوبِها
حُساماً من الهند ذا رونق

قوم ساری اِس طرح سے مِٹ گئی، جیسے نہ تھی
اِس تباہی کا سبب تھا صرفِ حق سے افتراق

واَعجبُ من ذاك من امركم
عجائب فی الحجرِ الملصق

اور تم، تم پر تو ہے بے انتہا حیرت مجھے
چکنے پتھر ہو گئے ہو، اور ہے یہ مجھ کو شاق

بِکفِّ الّذیقامَ مَن حینه
الیٰ الصابر الصادق المتّقی

موت اب منڈلا رہی ہے، سَر پہ اُس بد بخت کے
چاہتا ہے جو، کہ رہ جائے نہ مختارِ براق

فـأيبسـه اللّٰه فـی كـفّـه
علیٰ رغبه الـجـائر الأحمق

اِن کی جانب جو بڑھا تھا ہاتھ، وہ شَل ہو گیا
حق نے بتلایا کہ یہ ہوتا ہے انجامِ حماق

أُحَيـمَـقِ مَـخـزومِكُم اِذْ غَوىٰ
لِغَـیِّ الـغـواةِ و لـم يَصدُقِ

یہ بنی مخزوم کا بے عقل، احمق، سر پھرا
اِس کے قول و فعل تو ہے سراسر افتراق



(۴۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و پاسبانی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَنَعنا الرّسول رسول المليك
بِبِيضٍ تلألأ لمعَ البروق

یوں کی ہے حفظِ جانِ رسولِ خداؐ رفیق
شمشیرِ آبدار، بہ فرقِ ہر اک فریق

بضربٍ يُذَبِّبُ دونَ النِّهاب
حذارَ الوثائرِ و الخِنِّفيق

کچھ اِس طرح چلائی ہے تلوار رزم میں
اَشرار، بحرِ مرگ میں سب ہو گئے غریق

اَذُبُّ و احمى رسولُ المليك
حماية حانٍ عليه شفيق

اللہ کے رسولؐ کے یوں ساتھ ہم رہے
جس طرح ساتھ دیتے ہیں بس مُشفق و شفیق

وما اِن اَدُبُّ لِاَعدائِہ
دَبِیبَ البِکارِ حِذارَ الفنیقِ

ہم لشکرِ عدو میں کبھی یوں نہیں گئے
جس طرح اونٹنی کے قدم ہوں سوئے شفیق

ولٰکن ازیرُ لَھُم سامیاً
کما زارَ لیثٌ بغِیلٍ مضیق

میدانِ کارزار میں لڑتے ہیں اِس طرح
جیسے شکار، شیر کے آگے ہو تنگ وضیق



''ک'' کے قوافی

(۴۲)

جناب ابوطالبؑ دین کے اُن عظیم المرتبت جاں نثاروں میں سے ہیں جو خود بھی ہر لحہ شمع رسالت کے پروانہ بنے رہتے تھے اور اپنے خاندان کے لوگوں، بیٹوں، بھائیوں ، بھتیجوں اور دیگر قرابتداروں کو تاکید بھی کرتے رہتے تھے کہ: ''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و نصرت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں''۔

اِس سلسلہ میں اِسی دیوان کے اندر اُن قصائد اور نظموں کا تذکرہ بھی گذر چکا ہے جو آپ نے اپنے بھائی جناب حمزہؑ ، جناب عباسؑ بن عبد المطّلب ، اپنے بیٹوں جناب جعفرؑ اور طالبؑ ، اپنے خاندان کے دوسرے بزرگان ، بنی ہاشم کے جوانوں ، عبد مناف کی اولاد ، اور خصوصاً جناب عبد المطلب کے اہلِ خاندان کے نام کہے ہیں۔ اپنے بیٹوں میں سے علیؑ ابن ابی طالب اور حضرت جعفر طیارؑ پر آپ کو سب سے زیادہ ناز بھی تھا اور اعتماد بھی ، اور یہ دونوں حضرات سرکار ختمی مرتبتؐ پر اپنی جان کی بازی لگانے میں پیش پیش رہا کرتے تھے ، اِس لئے ان دونوں حضرات کو مخاطب کر کے جناب ابوطالبؑ نے متعدد نظمیں کہی ہیں ، جو مختلف قوافی کے تحت گذر چکی ہیں ، اور اگلے ابواب میں بھی آتی رہیں گی۔ ''ک'' کے قافیہ میں بھی آپ نے ایک پُر اثر کلام پیش کیا ہے جس میں خاص طور سے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو مخاطب کیا ہے۔

لیکن اس کا کھلا ہوا جواب یہ ہے کہ اولاً تو مادی اعتبار سے عبد المطلبؑ کے پاس اتنی قوت نہ تھی کہ اس بے پناہ لشکر کا مقابلہ کر سکتے، دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس مقابلہ سے بات ابرہہ اور عبد المطلبؑ کی ہو کر رہ جاتی اور آپ کا منشا یہ تھا کہ ابرہہ کے سامنے الٰہی طاقتوں کا مظاہرہ ہو جائے تاکہ اسے یہ احساس ہو جائے کہ اللہ اسے اپنا گھر نہیں بنانا چاہتا جسے بندے زبردستی اسکی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد ابابیل جیسے مختصر پرندے کو ہاتھی جیسے گراں ڈیل جانور کے مقابلے میں بھیج کر خالق کائنات نے قد و قامت کے امتیاز کو بھی اس طرح ختم کیا جس کی نظیر تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے اس اطمینان نفس اور سکون قلب سے کیا حاصل کیا ہے؟ اس کا جواب تو اسی وقت ظاہر ہو گیا تھا جب رسول اکرمؐ نے آپ کو اس بات کی اطلاع دی تھی کہ قریش نے ہمارے بائیکاٹ کے لئے جو دستاویز لکھی تھی اسے دیمک کھا گئی ہے اور حضرت ابوطالبؑ نے انتہائی سکون قلب کے ساتھ قریش کو چیلنج کر دیا تھا کہ اس دستاویز پر ایک نظر کر لو، اگر محمدؐ کا قول صحیح ہے تو ایمان لے آؤ ورنہ ہم محمدؐ کو تمہارے حوالے کر دینگے۔

کیا اس سے زیادہ اطمینان نفس کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ انسان آج اس کو دشمن کے حوالے کرنے پر آمادہ ہے جس کو مدتوں اپنی آغوش میں پالا ہے اور جس کی خاطر اپنی دنیاوی ریاست و زعامت قربان کیا ہے اور جس کی وجہ سے شعب کی تلخ کام زندگی گزاری ہے اور جس کے تحفظ کے لئے اپنی اولاد تک کی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا۔!

اُس کا ایک شعر ''اعیان الشیعہ'' کے حوالہ سے قلمبند کیا جاتا ہے جو ایمان ابوطالبؑ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ الوثیقۃَ فی لزومِ محمدٍ

فَاشُدُد بِصُحبَتِہ علیٰ یَدَیکا

سب سے بہتر ہے محمدؐ سے تمسّک رکھنا

پس رہو ساتھ کچھ اِس طرح کہ بن جاؤ شریک



”ل“ کے قوافی

(۴۵)

حضور اکرمؐ کے لئے جذبۂ فدا کاری کا اظہار کرتے ہوئے جناب ابو طالبؑ نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ تُفْدِ نفسکَ کُلُّ نفسٍ
اِذا ما خِفتَ من شیءٍ تَبالا

اے محمدؐ! آپ ہیں وہ ذو الجلال
جس کا جاں دے کر، رکھیں گے سب خیال



(۴۶)

جناب ابوطالبؑ معمارِقوم کی حیثیت سے قومی معاملات پر بھی لوگوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ بنی عامر کا ایک شخص جو بنی عبد مناف کے ایک شخص کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا تھا، جب دوران سفر دونوں میں رسّی کے معاملے پر کوئی جھگڑا ہوا اور بات اتنی بڑھی کہ ایک نے دوسرے پر ڈنڈے برسا کر اُسے مار ڈالا، تو جناب ابوطالبؑ نے ایک نظم کہی جس کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

أَمِن اَجلِ حَبلٍ ذی رِحامٍ علَوتَه
بـمنساۃٍ قد جاءَ حَبلٌ و اَحبلُ

ایک رسّی کے لئے جنگ و جدال!
رسّیاں ملتی بہت، کیوں یہ قتال؟

ھَلُمَّ الیٰ حُکمِ بن صخرۃَ اِنَّه
سَیَحـکُـمُ فیما بیننا ثـمَّ یعدِلُ

جانتے تھے ابنِ صخرہ ہے حیات
فیصلے کرتا ہے جو با اعتدال

کـما کان یقضی فی اُمورٍ تنوبُنا
فیَعمدُ للاَمرِ الجمیلِ و یفصِلُ

جیسے اُس نے فیصلے پہلے کئے
اب بھی کرتا خوبصورت انفصال

(۴۷)

"فتحِ مکہ" کی پیشین گوئی کرتے ہوئے، جنابِ ابوطالبؑ نے فرمایا:

وَ عربۃُ دارٍ لا یَحِلُّ حرامھا
مِن النّاس اِلّا اللَّوذِعی الحلاحِلُ

بیتِ خالق کا رکھیں گے سب خیال
ہوگی اک دن بس پیمبرؐ پر حلال

☆☆☆☆☆

(۴۸)

قریش کے لوگوں کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و نصرت اور دینِ اسلام کو قبول کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

قُل لِمَن کانَ من کَناۃِ فی العِزّ
و اَھل النّدیٰ و اھل الفِعال

بنی کنانہ! ذَوِی الجود و عزت و اقبال
جو نیکیوں میں رہا کرتے تھے سدا فعّال

قد اَتاکُم من المَلیکِ رسولٌ
فاَقبِلوا بصالحِ الاعمالِ

خدا نے بھیجا ہے ہم پر رسولِ برحق کو
تو نیکیوں سے کرو بڑھ کے اُس کا استقبال

فاَقبلوا احمداً فاِنَّ من اللّٰہِ
رداءُ علیہ غیرُ مذالِ

خدا کی سمت سے احمدؐ ہیں وہ نمائندہ
کہ جس کے شان و شرف کو کبھی نہیں ہے زوال



(۴۹)

جناب ابوطالبؑ کا مشہور ''قصیدۂ لامیہ'' جو آپ نے اُس زمانہ میں کہا تھا جب قریش نی بائیکاٹ کر رکھا تھا اور حضرت رسول خداؐ شعبِ ابیطالبؑ میں اپنے عمّ محترم کی پناہ گاہ میں زندگی گذار رہے تھے۔ (یہ قصیدہ سرکار ابوطالبؑ کے تمام قصائد میں نہایت مشہور ہے۔ اور نہایت معتبر کتابوں میں اِس کا ذکر موجود ہے۔)

خلیلَیَّ ما اُذنی لِاَوّل عاذل
بصغواءَ فی حقّ و لا عند باطل

اے مرے دوست! مرے کان ہیں اِس کے قابل
ہے نہیں پہلے پہل حق کے مقابل، باطل

خَلیلَیَّ انَّ الرّأیَ لیس بشرکۃٍ
ولا نھنہٍ عند الامورِ البلابل

اے مرے دوست! نہ پاؤ گے کبھی رائے درست
جب تلک اہلِ خرد سے نہ کرو گے حاصل

ولمّا رأیت القومَ لا وُدَّ عندھم
وقد قطعوا کُلَّ العُریٰ والوسائل

ہم نے جب دیکھا کہ ہے قوم نے رشتہ توڑا
رابطہ کے بھی سمجھتے نہیں ہم کو قابل

وقد صارحونا بالعداوةِ و الاَذی
و قد طاوعوا امرَ العُدوّ المزایل

اور آزار و اذیّت پہ اُتر آئے ہیں
بلکہ دشمن کی طرف ہونے لگے ہیں مائل

و خالفوا قوماً علینا اَظِنّةً
یعُضّون غیظا خلفنا بالاَنامل

جو ہمارے ہیں عدو، دوست وہ سب اُن کے ہیں
دشمنی کرنے میں ہم لوگوں سے ہیں سب یکدل

صبرتُ لھُم نفسی بسمواءَ سمعةٍ
و اَبیضَ غضبٍ من تراثِ المقاول

صبر تب بھی کِیا ہم نے، نہ اُٹھائے نیزے
اور نہ تلوار، چمک جس کی ہے جھلمل جھلمل

وَ اَحضرتُ عند البیت رھطی و اِخوتی
و اَمسکتُ من اثوابه بالوصائل

جمع میں نے کِیا بھائیوں کو کعبہ کے قریب
مشورہ میں کِیا ہر ایک کو میں نے شامل

قیاماً معاً مستقبلین رتاجه
لدِی حیثُ یقضی نُسُکه کلُّ نافل

رُخ کِیا خانۂ کعبہ کی طرف ہم سب نے
جس طرح دیتے ہیں انجام فرائض، عامل

و حیثُ یُنیخ الاَشعرونَ رکابَھُم
بمَفضیٰ السُّیول من اسافٍ و نائل

جہاں ٹھہراتے ہیں حجّاج سواریوں کو
جو کہ رہتی ہیں سدا زادِ سفر کی حامل

مُوَسَّمة الاَعضاد او قصرانِها
مُخَیّسة بین السّدیس و بازل

وہ سواریّاں جو ہوتی ہیں سبھی عمروں کی
اور سجی ہوتی ہیں یوں، جیسے دُلہن کی محمل

تریٰ الودعَ فیها و الرُّخامَ و زینةً
باَعناق،ها معقودةً کالعثاکِل

رنگ و روغن کے وہ انداز عجب ہوتے ہیں
گردنیں ، شاخۂ انگور کا جیسے حاصل

اَعُوذُ بِربّ الناس من کُلِّ طاعن
علینا بسوءٍ او مَلِحٍ بباطل

ربِّ انسان ہمیشہ مجھے محفوظ رکھے
از برائی و بدی و شر و غفلت ، باطل

وَمِن کاشحٍ یسعیٰ لنا بمعیبةٍ
وَمِن مُلحقٍ فی الدّین ما لم نُحاول

ایسے دشمن سے بھی، الزام تراشی جو کرے
دینِ حق میں کرے یا کوئی بھی ناحق، شامل

وَ ثورٍ و مَن ارسیٰ ثبیراً مکانہ
وَ غیرُ وراقٍ فی حراء و نازل

اور پنہ اُس کی جو ہے کوہ ودمَن کا مالک
اور اُس کا جو ہوا ثور و حِرا میں نازل

وَ بالبیتِ رُکنِ البیتِ من بطنِ مکّۃٍ
وَ بـاللّٰہِ اِنَّ اللہ لیس بغافل

صاحبِ بیت وحرم، رُکن وبَلَد کی بھی پناہ
اور اللہ کی، ہُوا کرتا نہیں جو غافل

وَ بِالحجرِ المسوّد اِذ یمسحونہ
اذا اکتنفوہُ بالضحیٰ و الاَصائِل

مَیں پنہ چاہے ہوں، چومے ہے جسے سارا جہاں
سنگ ہوتے ہوئے تقبیل کے جو ہے قابل

وَ موطیء ابراھیم فی صخرِ رطبۃ
علیٰ قدمیہ حافیاً غیرَ نائل

اور پنہ مجھ کو مقاماتِ براہیمی کی
جس نے آثارِ قدم کر لئے خود میں داخل

وَ اشواط بینَ المروَتین الیٰ الصفا
وَ ما فیھما من صورۃ و تماثل

اور پنہ مجھ کو ہے اشواطِ صفا مروہ کی
تھے لگائے ہوئے تصویریں جہاں پر جاہل

وَ مِن حجّ بیت اللّٰہِ مِن کلّ راکب
وَ مِن کلّ ذی نذر و مِن کلّ راحل

اور پنہ مجھ کو ہے اللہ کے گھر کے حج کی
اور ہے نذر کی ، اور آمد و رفتِ راحل

و بِالمشعر الاقصیٰ اذا عمدوا لَہُ
اِلالٍ الیٰ مفضی الشّراج القوابل

اور پنہ مجھ کو مواقف وَ مشاعر کی ہے
جہاں آتے ہیں خدا والے گروہ قافل

وَ توقافھِم فوقَ الجبالِ عشیّۃً
یُقیمون بالاِیدی صدور الرّواحل

اور پنہ مانگتا ہوں حق سے ، بلندیوں کی
خطبہ دیتے ہیں جہاں عالمِ عارف ، عاقل

وَ لیلۃِ جمعٍ والمنازلُ من منیٰ
و ما فوقھا مِن حُرمۃ و منازل

اور گذاری ہوئی میدانِ منیٰ کی راتیں
بالیقیں یہ بھی ہے باعظمت و رفعت ، منزل

وَ جمع اذا ما المقرَبات اجزنۃ
سراعاً کما یفزعن من وّقع وابل

اور وہ جگہیں جہاں اونٹ کھڑے ہوتے ہیں
اونٹ ، کرتے ہیں جنھیں راہِ خدا میں بسمل

فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم

(مومن کامل حضرت عبدالمطلب کی زوجہ اور حضرت ابوطالب کی والدہ گرامی)

مناظرانہ تعصب سے الگ ہو کر اگر دیکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ آباؤ اجداد نبی کو تمام اخلاقی اور مذہبی نقائص سے بری ہونا چاہیئے اس لئے کہ ماں باپ کی برائی سے اولاد کی بدنامی ہوتی ہے جیسا کہ علامہ سیوطی نے آباؤ اجداد رسول اکرم کے ایمان کا فیصلہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ انہیں مسلمان تسلیم کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ماں باپ کی بدنامی سے اولاد بدنام ہو جایا کرتی ہے۔

حقیقت امر یہی ہے کہ کسی پست طبقے کے انسان کے یہاں کوئی باشرف بچہ پیدا ہو جائے تو اقدار و مفاہیم سے نابلد عوام اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور ان کا حساب خاندانی عظمتوں ہی سے کرتے ہیں۔ وہ اضافی کمالات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں! جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کا مقصد یہ ہے کہ تمام عالم کو کسی شخص کے سامنے جھکا دے تو اس کا فریضہ ہوگا کہ اسے ایسے باشرف گھرانے میں پیدا کرے جس کی شرافت اس انسان کی عظمت کے لئے شایان شان ہو۔

بھلا کون ایسا ہوگا جو عطر شامۃ العنبر کو مٹی کے کوزہ میں بھر دے۔ کس کی عقل گوارا کرے گی کہ شاف و شفاف چشمہ کا پانی گندی نالیوں سے بہائے اور جب عام دنیاوی انتظامات کے اصول اتنے دقیق ہیں تو نور نبوت کے لئے جس ظرف کا انتخاب کیا جائے گا کیا وہ شرک و نجاست سے ملوث و آلودہ ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں!

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے رسول اکرمؐ سے خطاب کر کے اعلان کر دیا تھا"

وَ بِالجمرةِ الکبریٰ اذا صمدوا لها
یؤمُّون قذفاً رأسُها بالجنادل

اور وہ جمرۂ کُبریٰ کہ جہاں پر حاجی
کنکری مارتے ہیں، شیطان سے ہوکر بد دِل

وَ کِندةُ اِذ هُم بالحصاب عشِیّة
تُجیرُ بِهم حجاج بکر بنِ وائل

شب کی تنہائی میں پیمانِ ہزیمت باندھا
کِندہ و بکر نے ، جو بکر تھا ابنِ وائل

حلیفان شدّا عِقدَ ما اجتمعا لهٗ
وَ ردّا علیه عاطفات الوسائل

ایسا مضبوط تھا پیمانِ ہزیمت جس میں
نہ ثقافت ہوئی حاجب، نہ شرافت حائل

وَ حطمهم سُمر الرّماح مع الظبا
وَ اِنفاذهُم ما یتّقی کُلُّ نابل

نوکِ نیزہ سے بھی زخمی نہ ہو، ایسا پیماں
ضرب دے پائے نہ جس کو کوئی تیغِ قاتل

وَ مَشیُهُم حولَ البسال و سرحهٗ
وَ شِبرقه وَخد النّعام الجوافل

اپنے سرداروں کے اطراف میں وہ ایسے تھے
تیز رَو جیسے سواری چلے سوئے منزل

فَهَل فوقَ هٰذا من معاذٍ لّعائذٍ
وَ هَل مِن مُعيذٍ يَتّقى الله عادل؟

اب بھی بتلاؤ کہ کیا باقی ہے کوئی حجّت
کیا نہیں کوئی ڈرے جو، بہ خدائے عادل

يطاع بنا الاعداء و وَدُّوا لَو اَنّنا
تُسدّ بِنا ابواب تُرك و كابلِ

دشمنوں کے ہیں مُحِب، اور ہے عداوت ہم سے
چاہے ہیں بند کریں یہ درِ تُرک و کابُل

كَذِبتُم وَ بيت الله نَترِكَ مكّة
و نَظعن اِلّا امرُكُم فى بَلابل

ربِّ کعبہ کی قسم ترک نہ ہوگا مکّہ
ہونگے بس جلد ہی، تم سب کے ارادے باطل

كذِبتُم وَ بيتِ الله نبزى محمداً
وَ لمّا نُطاعِن دونه و نناضل

اور نہ چھوڑیں گے محمدؐ کو، قسم کعبہ کی
چاہے سَر نیزے اُٹھائیں، کہ ہوں تیغیں مائل

وَ ننصره حتىٰ نُصرّعَ حوله
وَ نذهل عن ابنائنا و الحلائل

اُس کی نصرت میں تو ہم جاں بھی خوشی سے دینگے
اُس پہ قربان ہے ہر نورِ نظر، میوۂ دِل

وَ ینهضَ قومُ فی الحدید اِلیکُم
نُهوض الرّوایا تحتَ ذات الصلاصل

اسلحے لیکے ہر اِک بار اُٹھیں گی قومیں
خوں کا سیلاب وہ ہوگا، نہ ملیگا ساحل

وَ حتّیٰ یُریٰ ذو الضغن یرکَبُ ردعه
من الطعن فِعل الاِنکبِ المتحامل

آئے گا جو بھی مقابل پہ، زمیں چاٹے گا
سانس لینے کے، نہ رہ جائے گا پھر وہ قابل

اِنّی لعمرُ اللّٰه اِن جدّماً اریٰ
لتلتبسُنَ اسیافنا بالاَماثل

قسم اللہ کی، دیکھے ہیں نگاہیں میری
میری تلوار سے ہوتے ہیں قریشی بسمل

بِکَفِّ امرئِ مثل الشهاب سمیدع
اخی ثقةٍ حامی الحقیقةِ باسل

ایسے شہہ زوروں کے ہاتھوں میں حسامیں ہونگی
بن کے جو، تارے، بہادُر کو کریں گے بُز دِل

شهوراً و ایّاماً و حولاً مجرّما
علینا و تاتی حِجّة بعد قابل

آتشِ جنگ میں جُھلسیں گے مہہ وسال تمام
یوں جلوگے، کہ رہوگے نہ کسی بھی قابل

وَما ترك قوم لا اَبالك سيّداً
يحوطُ الذمار غير ذربٍ مواكل؟

کچھ بھی ہو جائے! مگر یہ تو نہ، ممکن ہوگا
چھوڑیں ہم سیّد و سردار، نبیؐ عامل

وَ ابيضَ يُستسقىٰ الغمامُ بوجهه
ثمالُ اليتامىٰ عصمةً للاِرامل

نورِ رُخ جس کا، وسیلہ ہو تو بادل برسے
باپ اَیتام کا، بیواؤں کا حرزِ کامل

يَلُوذ به الهلاك من آل هاشم
فَهُم عنده فى نِعمةٍ و فواضلٍ

بنی ہاشم کے ستم دیدوں کا ہے، جائے پناہ
نعمتِ ربِّ جہاں، بزم کا صدرِ محفل

لَعَمرى لقد اجرىٰ اُسيدُ و رهطه
الىٰ بُغضنا و جزّانا لِآكل

بخدا سارے اُسَید وں نے سمجھ رکھا ہے
ہم ہیں اِک لقمۂ تر، اور وہ اُس کے آکِل

جزَت رحم عنّا اُسيدُ و خالداً
جزاءَ مُسىءٍ لا يؤخّرُ عاجل

ابنِ خالد و خُویلَد نے بھی رشتے توڑے
پَر موَخّر کو نہ کر پائیں گے ہرگز عاجل

عثمان لَم یربع علینا و قُنفُذٌ
وَ لٰکن اطاعاً امرَ تلک القبائل

یہ جو عثمان و قُنفُذ نے اُٹھایا ہے قدم
وہ تاسّی ہے، جو جاہل کی کرے ہے جاہل

اطاعا ابیاً و ابن عبد یغوثهم
وَ لم یرقباً فینا مقالة قائل

پیشوا اُن کے، اُبَیّ اور بنِ عبدِ یغوث
ہے غضب، ہم کو نہیں سمجھا کسی بھی قابل

کما قد لَقینا من سُبیعٍ و نَوفَل
وَ کُلٌّ تَولّیٰ مُعرِضاً لمْ یُجامِلِ

ہم پہ آزار میں ہے ساتھ میں نَوفل کے، سبیع
حُسنِ اخلاق کا، کوئی بھی نہیں ہے قائل

فانْ یَلقیا اَو یُمکِنَ اللّٰه مِنهما
نَکِل لَهما صاعاً بِکَیل المکایل

یاد سب رکھیں، اگر جنگ کا موقع آیا
اینٹ سے اینٹ نہیں، سِل سے بجادیں گے سِل

وَ ذاکَ اَبو عَمرٍو اَبیٰ غیرَ بُغضِنا
لِیَطعَننا فِی اَهل شاءٍ وَ جاملِ

اور ابو عَمرو کی نفرت کا تو یہ عالم ہے
چاہتا ہے، نہ یہاں پر ہو ہماری منزل

یُناجِی بِنا فِی کُلِّ ممسیً وَ مُصبحٍ
فناجِ ابَا عَمرٍو بِنا ثُمَّ خاتِلِ

ہے یہ مکّار، کہ ملتا بھی ہے ہر صبح و مساء
اور دشمن بھی ہے، یعنی ہے منافق، داغل

وَ یُقسِمنا باللّٰہِ ما اِن یَغُشَّنا
بلیٰ قد نَراہ جَھرۃً غیرَ حائل

کہتا ہے کھا کے قسم، ہم نہیں دھوکہ دیں گے
اور پھر دیتا ہے دھوکہ، نہیں ہوتا خاجل

اَضاقَ علیہ بُغضُناکُلَّ تلعَۃٍ
مِنَ الاَرض بینَ اَخشبٍ فمُجادِلِ

ہم سے نفرت میں ہوئیں تنگ زمینیں اُس پر
راہ دِکھتی ہے کوئی اور نہ کوئی منزل

وَ سائِلُ ابا الولید : ما ذا حَبوتَنا
بِسَعیکَفِینا مُعرضاً کالمُخاتِلِ

کوئی دریافت کرے جا کے یہ عتبہ سے کہ: بول!
دشمنی سے تجھے ہم سب کی، ہوا کیا حاصل؟

وَ کُنتَ امرئاً ممَّن یُعاشُ بِرایِہٖ
وَ رَحمتُہ فِینا وَ لَستَ بِجاھلِ

صاحبِ رائے سمجھتے تھے تجھے سارے لوگ
اور عظمت سے نہیں تھا تُو ہماری غافل

أ عُتبۃَ ، لَا تسمَع بِنا قولَ کاشِحٍ
حسودٍ کذوبٍ مُبغضٍ ذِی دغاوِلِ

حاسدو کاذب و دشمن کی نہ سُن اے عتبہ!
بات کوئی بھی ، ولو کوئی ہو اُس کا قائل

وَ قَد خِفتَ اِن لَم تَزجُرَنھُم وَ ترعَوَو
تُلاقی وَ نَلقی مِنک اِحدیٰ البلائلِ

ہے مجھے خوف کہ گر تو نے نہ روکا اِن کو
پھر تو ہوئے گی بَلا جنگ کی، تجھ پر نازل

وَ مَرَّ ابو سُفیانَ عَنِّی مُعرِضاً
کما مَرَّ قَیلُ مِن عِطام المقاوِلِ

یہ بھی دیکھو! ابو سُفیان کا یہ عالم ہے
یوں گذرتا ہے کہ جیسے ہو یمن کا باذل

یَفِرُّ اِلیٰ نَجدٍ وَ بَردِ مِیاھِہ
وَ یَزعَمُ اَنیٰ لستُ عنکُم بِغافِلِ

دست و پا اپنے وہ ہر چار طرف مارے ہے
اُس کی اِس رِیشہ دوانی سے نہیں ہم جاہل

وَ اعلَمُ ان لَا غافِلُ عن مسائَۃٍ
کفاکَ العَدُوُّ عندَ حقٍّ و باطِلِ

شَر سے غفلت بھی، بُری بات ہے ہم جانتے ہیں
بس اِسی سے تو جدا رکھتے ہیں حق سے باطل

فَمِیلوا علینا کُلُّکم ، اِنَّ مَیلکم
سواءٌ علینا و الرّیاحُ بِهاطِلِ

ہم سے سب مِل کے بھی ٹکراؤ، تو یہ یاد رکھو
کوہ، آندھی کے تھپیڑوں سے نہیں سکتا ہِل

یُخَبِّرُنا فِعلَ المُناصح انّه
شفیقٌ وَ یُخفِی عارِمات الجلائل

جو بظاہر ہمیں ہمدرد نظر آتے ہیں
جھانک کر دیکھو تو ٹیڑھے ہی ہیں اُن کے بھی دِل

أَمُطعِمُ لَم اَخذُلكَ فِی یومِ نجدةٍ
وَلا عندَ تِلك المُعظَماتِ الدَّواخِلِ

آج مُطعم نے ہمیں چھوڑ دِیا ہے تنہا
کل مگر ہم ہی تھے، طوفاں میں بنے تھے ساحل

وَ لا یَومِ خَصمٍ اِذ اَتوكَ اَلَدَّةٍ
اُولِی جَدَلٍ مِن الخُصُومِ المساجِلِ

اور تب ، جبکہ مخالف تھا زمانہ سارا
اک صرف ہم تھے، کہ سُلجھائی تھی جس نے مشکل

أَمُطعِمُ اِنَّ القومَ ساموكَ خُطَّةً
وَ اِنِّی متیٰ اُوكَل فَلَستُ بَوائِلِ

نظر آتا ہے یہ مُطعم جو گرفتارِ فریب
جان لے! حق سے نہ جیتے گا کبھی باطل

جزیٰ اللہ عَنَّا عبدَ شمسٍ وَ نوفلاً
عُقُوبۃَ شَرِّ عاجِلاً غیرَ آجِلِ

عبدِ شمس اور بنو نوفل یہ سمجھ لیں کہ خدا
شر پسندوں کو سزا دے گا بہ وقتِ عاجل

بِمِیزانِ قِسطٍ لَا یَغیضُ شَعیرۃ
لہٗ شاھِدُ مِن نَفسہ حقُّ عادِلِ

فیصلہ اُس کا سرِ مؤ بھی نہ ناحق ہوگا
خود گنہگار بھی بولے گا کہ تو ہے عادل

لَقَد سَفِهَت اَحلامُ قومٍ تَبَدَّلوا
بَنی خَلَف قیضاً بِناوا الغَیاطِل

جس نے بَھڑ کایا بنی خَلف وغیاطِل کو ہے
عقل سے خالی ہے وہ، فکر و نظر سے غافل

وَ نَحنُ الصَمِیمُ مِن ذُؤابَۃِ ھاشِمِ
وَ آلِ قُصَیّ فِی الخُطوبِ الاَوائِلِ

ہم وہ باعظمت و کردار بنی ہاشمؑ ہیں
جن کے جیسا نہیں دنیا میں کوئی بھی فاضل

وَ کانَ لَنا حَوضُ السِّقایَۃِ فِیھِم
وَ نَحنُ الذُّرِیٰ منھُم وَ فَوقَ الکَواھِلِ

ہم ہی حُجّاج کو سیراب کیا کرتے ہیں
کُل عرب بھر میں، کمالات میں ہم ہیں کامل

فما ادرکوا ذحلاً وَ لا سفکُوا دَماً
وَ لَا خـالفوا اِلّا شِرارَ القَبائِل

نفرت و شرّ و عداوت پہ جو آمادہ ہیں
صاحبِ شر ہی نہیں، بلکہ ہیں شر کے ناقل

بـنـی اُمَّةٍ مـجـنـونـةٍ هِندَ کَیَّةٍ
بـنی جُـمحٍ عُبَید قیسِ بُنِ عاقِل

بس بنی جُمح اور اولادِ امیّہ ہی نہیں
بلکہ دیوانہ عداوت میں ہے، ابنِ عاقل

وَ سهمٌ و مخزومٌ تَمالوا وَ اَلَّبوا
علینا العِدا مِن کُلِّ طِملٍ و خاملٍ

ہم سے بیزار ہیں مخزوم و سہم کے بچے
یعنی بدکاروں کی بھر پور سجی ہے محفل

وَ شائظُ کانتُ فی لَوئ بنِ غالبٍ
نَفَاهُم اِلینا کُلُّ صقرٍ حُلاحِل

اور بنی لوی کے ناکارہ و ناقص لڑکپن کو
اِس شر میں، بزرگوں نے کِیا ہے شامل

وَ رهطُ نُفَیلٍ شرُّ مَن وطیءَ الحصی
وَ اَلَامُ حـافٍ مـن مَعَدَّ و ناعِل

سُن لو یہ بھی! کہ مُعِد والوں میں ابنائے نُفَیل
اِن کو اجہل کہو، یہ صرف نہیں ہیں جاہل

تقلبک فی الساجدین'' جس کی تفسیر امام رازی نے ان الفاظ میں کی ہے کہ ''اس سے مراد اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہونا ہے۔'' اس کے علاوہ ابراہیم علیہ السلام کی معروف دعا بھی تھی ''واجنبنی و بنیی ان نعبد الاصنام'' ''خدایا مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے محفوظ رکھنا''۔

کیا یہ ممکن ہے کہ حضور اکرمؐ کو نسل ابراہیمؑ سے خارج کر دیا جائے اور اولاد ابراہیم میں اس کا شمار نہ ہو۔

خود رسول اکرمؐ کی متفق علیہ حدیث ہے:

''لم یزل ینقلنی اللہ من اصلاب الطاھرین الیٰ اصلاب المطھرات حتیٰ اخرجنی فی عالمکم ھٰذا، لم یدنسنی بدنس الجاھلیة ''۔

اللہ نے ہمیشہ ہمیں پاک صلب سے پاک رحم کی طرف منتقل کیا، ہم اس دنیا میں آنے تک کسی وقت بھی جاہلیت کی گندگیوں سے آلودہ نہیں ہوئے۔ حدیث شریف میں طاہر و مطہر کے الفاظ کا مفہوم پورے طور پر اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب ہم انھیں ''انما المشرکون نجس'' کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں۔ اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان حضرات میں کفر و شرک کا احتمال بھی نہ تھا۔

روضۃ الواعظین میں جابر ابن عبداللہ انصاری کے واسطہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اکرمؐ نے اپنی اور حضرت علیؑ کی تخلیق کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں ''ثمّ نقلنا من صلبه (آدم) فی الاصلاب الطاھرات الیٰ ارھام الظیبة، فلم نزل کذالك حتّیٰ اطلعنی اللہ تبارك و تعالیٰ من طھر الطاھر و ھو عبد اللہ ابن عبد المطلب فاستودعنی خیر رحم و ھی آمنة''

أ عبدَ منافٍ اَنتُمو خَیرُ قَومِکُم
فَلا تشرِکوا فِی اَمرِکُم کُلَّ واغِل

تم تو اشرافِ علاقہ میں ہو اے عبدِ مناف
تم یہ اشرار کی تائید پہ کیوں ہو مائل

فَقَد خِفتُ اِن لَّم یُصلح اللہ اَمرَکُم
تکونوا کما کانتُ اَحادیثُ وائِل

گر خدا نے نہ کِیا رحم، تو مجھ کو ڈر ہے
کہیں تم بھی نہ بنو قصّہٗ ابنِ وائل

لَعَمری لقد اُوھِنتمو وَ عجزتُمُو
وَ جِئتُم بِامرٍ مُخطیءٍ لِلمفاصِل

میں خود اپنی ہی قسم کھا کے یہ بتلاتا ہوں
تم ہو بس جادۂ غلطی و خطا کے راحل

وَ کُنتُم قدیماً حَطبَ قدرٍ فاَنتمو
اَلاٰنَ حِطابُ اقدرٍ و مِراجِل

پہلے تم ایک ہی چولھے کے لئے ایندھن تھے
اب زمانے کو جَلانے کے ہوئے ہو قابل

لِیَھنِیءُ بنی عبد مُنافٍ عُقُوقُھا
وَ خُذلانُھا وَ تَرکُنا فِی المعاقِل

ہو مبارک تمہیں اے فخرِ بنی عبدِ مناف
مشکلوں میں بھی ہمارے رہے حامی کامل

فَاِن یَّکُ قومَ سرَّھُم ما صنعتمو
سَتَحتَلِبوھا لاحقاً غیرَ بِاَھل

نیک لوگوں کو جزا، حق سے مِلا کرتی ہے
ہے یہ نزدیک کہ تم بھی کروخوشیاں حاصل

فَبَلِّغ قُصَیاً اَن سیُنشَرُ امرُنا
و بشِّر قُصیّاً بعدنا بالتّخاذُل

اے قُصَی! یاد رکھو دینِ خدا پھَیلے گا
اور ہو جاؤ گے شرمندہ و رُسوا، خاجل

وَلَو طرقتْ لیلاً قُصَیاً عظِیمۃٌ
اذا ما لجأنا دونَھُم فی المَدَاخِلِ

ہاں مگر تم پہ اگر کوئی مصیبت آئی
ہم تمہیں دھوکہ نہ دینگے، نہ بنیں گے داغل

وِلَو صُدِقوا ضَرباً خَلالَ بُیوتِھِم
لَکُنّا اُسیً عند النّساءِ المطافِلِ

اور تمہارے جو کسی نے کِیا گھر پر حملہ
عورتوں، بچوں کو ہم دینگے حفاظت کامل

فاِن تَکُ کعبَ من لؤیَّ تجمَّعت
فلا بُدَّ یوماً مَرَّۃَ من تزأیلِ

دشمنی پر جو بنی کعب سبھی یکجا ہیں
ہے یہ نزدیک کہ ہو جائے یہ وحدت بِسمل

وَ اِن تكُ كعب من كَعوبٍ كثيرةٍ
فلَابُدَّ يوماً اَنَّها فى مجاهِلِ

اِس عداوت میں یہ ہو جائیں گے رُسوا اک دن
عہدِ رفتہ کی سب ہو جائے گی رفعت باطل

وَ كُلُّ صديقٍ وَ ابنُ اُختٍ نَعُدُّهٗ
وَ جُدنا لَعَمرى غِبَّهُ غيرَ طائِلِ

سارے احباب، سبھی بھائی، سبھی ننھیالی
جن پہ تکیہ تھا وہی پتّے ہوئے ہیں قاتل

بِسوىٰ اَنَّ رَهطاً مِن كِلاب بنِ مُرَّةٍ
براءٌ اِلينا من مُعَقَّةٍ خاذِلِ

بس بنو مُرّہ کا اک گھر ہے کہ جس کے افراد
ہیں مصیبت کے زمانے میں ہمارے ہمدل

بنى اسدٍ لَا تُطرِفُنَّ علىٰ القذى
اِذا لَم يقُل بِالحقِّ مِقوَلُ قائِلِ

اے اسد زادو! نظر پھیر لیں جب سب اپنی
تب بھی تم رہنا فقط حق ہی کے حامی، قائل

فَنِعمَ ابنة اُختِ القومِ غيرَ مُكَذَّبٍ
زُهيرُ حُساماً مُفردُ من حمائِلِ

بھائیوں میں مرے سچّا ہے فقط ایک زُہیر
جو ہے شمشیرِ برہنہ، ہے بَلائے نازل

اَشَمُّ من الشُّمِّ البهاليلِ ينتمِی اِلیٰ حسبٍ فی حُومةِ المَجدِ فاضل	زورور بھی ہے، جواں مَرد بھی، سردار بھی ہے اور ہے پرچمِ عالی نسبی کا حامل
لَعَمری لقد كلِفتُ وجداً بِاَحمدٍ وَ اِخوَتِه دأبُ المُحِبِّ المواصِل	بخدا مجھ کو محمدؐ سے بڑی اُلفت ہے اور بیٹوں سے، جو ہیں اُس کے فدائی کامل
اُقيمُ علیٰ نصرِ النّبیّ محمدٍ اُقاتِلُ عنهُ بالقنا و القنابِل	یاد رکھو کہ محمدؐ کا وہ شیدائی ہوں جنگ میں تیغ و سِپر لیکے رہونگا شامل
فلا زالَ فی الدّنيا جمالاً لِاَهلِها وَ زَيناً لم ولّاهُ ربُّ المشاكِل	اہلِ دنیا کے لئے حُسنِ زمانہ سب کچھ یہ حسیں ایسا، جہاں حُسن بھکاری، سائل
فمن مثله فی النّاسِ اَیَّ مؤمِّلٍ اذا قاسهُ الحكّامُ عند التفاضِل	یہ ہے بے مثل، زمانے میں نہیں اِس کی مثال ایک بھی اِس سا نہیں عالم و فاضل، قابل

حلیمٌ رشیدٌ عادلٌ غیر طائشٍ
یُوالی اِلٰهاً لیسَ عنه بِغافِلِ

اِس کے اوصاف کو اربابِ خرَد جانتے ہیں
صاحبِ حِلم و کرم ، اور رشید و عاقل

فَـاَیَّدهٔ ربُّ العِبادِ بِنصرِهٖ
وَ اَظهرَ دیناً حقُّه غیرُ فاصِلِ

اِس کی تائید خداوندِ جہاں کرتا ہے
دین ، ادیانِ زمانہ پہ ہے اِس کا فاضل

فوَاللّٰهِ لولا ان اُجِیءَ بِسَبَّةٍ
تِجَرُّ علیٰ اَشیاخِنا فی المحافِلِ

اِس کے کردار کا ہے سارا زمانہ شاہد
کبھی اِس نے نہ کِیا لغو و عبث یا باطل

لَکُنّا اتّبعناهُ علیٰ کُلِّ حالةٍ
مِن الدَّهرِ جِداً غیرَ قولِ التّهازُلِ

ساتھ ہر حال میں ہم صرف اِسی کا دینگے
ہم حمایت میں کبھی ہو نہیں سکتے کاہل

لَقد علموا اَنَّ ابننا لا مُکَذَّبٌ
لَدیهِم ولایُعنی بِقولِ الاَباطِلِ

ایک بھی اپنے جوانوں میں نہیں ہے جھوٹا
ہم وہی کہتے ہیں جو ہوتا ہے حق کا حامل

رِجالٌ کِرامٌ غیرُ مَیلٍ نَماھُمو
الیٰ الغرِّ آباءٌ کِرام المخاصِل

اِنکے اجداد میں باعظمت وحُرمت سب ہیں
بحرِ ذخّارِ شرافت کے سبھی ہیں ساحل

دفعناھمو حتیٰ تَبَدَّدَ جَمعُھُم
وَحسَّرَ عنّا کُلُّ باغٍ و جاھِل

اِس کی تائید وحمایت میں لڑیں گے تب تک
جب تلک ناک نہ رگڑے گا زمیں پر جاہل

شبابٌ من المُطبّینِ و ھاشم
کَبَیضِ السّیوفِ بین ایدی الصَّیاقِل

ہیں جوانِ بنی ہاشم و مطَیَّب ایسے
جیسے تلوار چمکتی ہوئی جھلمل جھلمِل

بِضربٍ تری الفِتیانِ فیه کاَنّھُم
ضواری اسودٍ فوقَ لحمٍ خرادِل

سرِ میداں یہ نظر آتے ہیں ایسے، جیسے
شیرِ نَر بھوک میں ہو صید پہ اپنے مائل

وَلٰکِنّنا نَسلٌ کِرامٌ لَسادةٍ
بِھِم نعتلِی الاَقوامَ عند التَّطاوُل

ایسے اشراف ہیں، وہ سیّدِ سردار ہیں ہم
جن کی عالی نسبی کا ہے زمانہ قائل

سَیَعلَمُ اھلُ الضِّغنِ اَیِّی وَ اَیُّھُم
یَفوزُ وَ یَعلُو فی لَیالٍ قَلائِل

بدنسب لوگوں کو معلوم یہ ہو جائے گا
کون فاتح ہے، ملی کس کو شکستِ خاذل

وَ اَیُّھُمو مِنِّی وَ منھُم بِسَیفہ
یُلاقی اذا ما حانَ وقتُ التّنازل

سرِ میدان ہی یہ فیصلہ ہو جائے گا
سُرخُرو کون ہوا، کس نے نہ پائی منزل

وَ مَن ذا یَمِلُّ لاحرب منِّی وَ منھمو
وَ یَحمدُ فی الاٰفاقِ من قولِ قائل؟

جنگ کے بعد زمانے پہ یہ کُھل جائے گا
کس کی ہے حمد و ثنا کا یہ زمانہ قائل

فَاَصبحَ فینا احمدُ فی زِمۃٍ
تُقَصِّرُ عنھا سَورۃُ المُتطاوِلِ

اُس بلندی و کمالات پہ احمدؐ ہیں جہاں
ماسوا اُن کے کسی کو نہ ملی وہ منزل

کَاَنِّی بہ فوق الجِیادِ یقودُھا
الیٰ مَعشَرٍ زاغوا الیٰ کُلِّ باطل

اب ہی سے دیکھ رہی ہیں یہ نگاہیں میری
سب قبیلوں کے علَم کے ہیں محمدؐ حامل

وَ جُدتُ بِنفسِی دونَه وَ حَمَیتہ
وَ دَافَعتُ عنه بالطّلیٰ وَ الکلاکِل

؎جان لو! اپنی حمایت ہے وہ دریا جس میں
تیرتے جاؤ، مگر پا نہیں سکتے ساحل

وَ لَا شکَّ اَنَّ اللّٰه رافعُ اَمرِہ
وَ مُعلیه فی الدُّنیا وَ یَومَ التَّجَادُل

بالیقیں فتح و ظفر اُس کو خدا بخشے گا
اُس کا دارَین میں احسان رہے گا کامِل



(۵۰)

ایک وقت ایسا آیا جب کفار و مشرکین مکہ کی جتھہ بندیاں زوروں پر تھیں، اور حضور اکرمؐ کی مخالفت شدید سے شدید ہوتی جا رہی تھی، تو جناب ابوطالبؑ نے خاندان بنی ہاشمؑ کے لوگوں کو مخاطب کر کے توجّہ دلائی کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

حتّیٰ متیٰ نحنُ علیٰ فَترۃٍ
یا ھاشم و القومِ الجحفِلِ

کب تلک چُپ رہیں، اِترانے لگا ہے باطل
کہیں ہم کو نہ سمجھنے لگے دنیا بُزدل

یدعانَ بِالخَیل لدیٰ رقبَۃٍ
مِنّا لدیٰ الخوفِ وَ فی مَعزِلِ

اِن کے لشکر چڑھے آتے ہیں ہمارے سَر پر
یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ڈر سے ہوئے ہیں بِسمِل

کَالرِّجلَۃِ السَّوداءِ تَغلو بِھا
سَرَعانُھا فی سبسَبٍ مَجھَلِ

اسلحے جنگ کے، بادَل کی طرح چھائے ہیں
بارشِ خون، ہے نزدیک کہ ہوئے نازل

عَلَيهِمُ التّركُ على رُغلةٍ	خُودْ سَر پر ہیں، تو ہیں قبضۂ شمشیر پہ ہاتھ
مثلَ القطا القاربِ لِلمَنهل	گھوڑے یوں، جیسے کہ قُمرِی چلے سوئے ساحل
یا قومُ ذُو دوا عَن جَماهِيرکُم	ساتھیو! اپنی سواریّوں کے اوپر چڑھ کر
بِكُلِّ مِقصَالٍ علىٰ مُسبِل	ایسے حملہ کرو، دشمن کو نہ سوجھے منزل
حَدِيدِ خَمسٍ لَهزُ حَدُّهُ	ایسے گھوڑے جو قوی بھی ہوں، سُبکسار بھی ہوں
مارِثُ الاَفضَلِ لِلاَفضَل	فاضل النسل بھی ہوں، اور ہوں ادائیں قاتل
عَريضِ سِتٍّ لَهَبُ حُضرُهُ	سینے چوڑے ہوں، بدن چُست ہوں، رفتار ہو تیز
يُصانُ بِالتذلِيقِ فى مَجدَل	سرِ میدان جو ہوتے نہ ہوں ہرگز غافل
فَكَم شَهدتُّ الحَربَ فى فِتيَةٍ	معرکے میرے جوانوں نے بہت دیکھے ہیں
عند الوَغيِ فى عشيرِ القسطَل	ہم کو میداں میں نہیں دیکھا کسی نے کاہل
لا مُتنَحِّينَ اذا جِشتَهُم	پُشت دِکھلاتے نہیں، ہم کبھی میدانوں سے
وَفى هِياجِ الحَربِ كالاَشيَلُ	بلکہ شیرانہ کیا کرتے ہیں فتحیں حاصل

اللہ نے ہمیں حضرت آدم کے بعد بھی برابر ارحام طیبہ اور اصلام طاہرہ کے ذریعہ منتقل کیا ہے یہانتک کہ حضرت عبداللہ کے پاک صلب اور حضرت آمنہ کے مقدس رحم سے ہمیں اس دنیا میں ظاہر فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ خود حضرت ابوطالبؑ کی والدیت سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ حضرت علیؑ کے والد ہیں اور حضرت علیؑ نور اقدس ہمیشہ پاک اصلاب اور طیب ارحام میں رہا ہے لیکن تعصب آمیز نگاہوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے جناب عبداللہ کو واسطپ قرار دے کر حجرت فاطمہؑ کی عظمت وجلالت کا اظہار کیا۔

آیات وروایات کی روشنی میں جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی کہ انوار طیبہ کے لئے ارحام طیبہ کی ضرورت ہے تو حضرت فاطمہ مخزومیہ کے ایمان واجلال بیان کرنے کے لئے کوئی ضرورت باقی نہیں رہی کہ یہ مخدرہ حضرت عبداللہ کی مادر گرامی ہیں اور حضرت عبداللہ کی صلب میں نور اقدس نبوی ودیعت کیا گیا تھا۔

اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوگا کہ ایسی مقدس اور باعظمت ماں سے حضرت ابو طالبؑ کو وراثت میں کیا ملیگا؟ اس کا فیصلہ تو بابصیرت علماء نفس ہی کر سکتے ہین یا علم النفس سے قطع نظر کر لینے کے بعد ہر انسان کا وجدان وضمیر کر سکتا ہے۔



جناب فاطمہ بنت اسد

(حضرت ابوطالب کی زوجہ محترمہ، حضرت علیؑ کی والدہ گرامی)

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ابھی تک مسلمانوں میں کوئی ایسا فرقہ پیدا نہیں ہوا جو

(۵۱)

جناب ابوطالبؑ، قریش کے مختلف قبائل وعشائر کو اپنے قصائد اور نظموں کے ذریعہ سے حضور اکرمؐ کی مدد و نصرت کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ لؤیَ بن غالب کے خاندان کے لوگوں کو مخاطب کر کے مندرجہ ذیل نظم کہی:

اَلَا اَبلِغا عنِّی لُؤَیاً رِسالۃً
بِحقٍّ، و ما تغنِی رِسالۃ مُرسِل

لؤی کو دیدے کوئی یہ مرا نامہ معقول
گرچہ لازم نہیں ہر حق ہو ہمیشہ مقبول

وَ بنی عمِّنا الاَدنَین تیماً نَخُصُّھُم
و اِخواننا من عبد شمس و نَوفَل

شمس و نوفل سے، جو بھائی ہیں مرے، اُن کو بھی
اور چچازادے مرے تَیم کو، مت جانا بھول

اَظَاھرتُمُوا قَوماً علینا اظِنَّۃً
وَ اَمرَ غَوِیٍّ مِن غُواۃٍ وَ جُھَّل

جو ہمارے ہیں عدو، اُن سے تمہیں اُلفت ہے
کام کیوں کرتے ہو بیکار، عبث، لغو، فضول

یقولون : اِنّا اِن قتَلنا محمداً
اَقرّتْ نَواصِی هاشِمٍ بالتَّذَلُّل

یہ سمجھتے ہیں ، محمدؐ کو اگر مار لیا
پھر تو ہو جائیں گے سارے بنی ہاشم، مقتول

کذِبتُم وَ بَیت اللّٰهِ یُثلَمُ رُکنه
وَمکّةَ وَ الاِشعارِ فی کُلِّ مَعمَل

بخدا یہ ہو نہیں سکتا کہ کعبہ گر جائے
یہ بھی ممکن نہیں ہوں مکّہ و مَشعَر، مشلول

وَ بِالحَجّ اَو بانِیب تَدمِی نحُورُها
بِدِماهُ وَ الرُّکنِ العتیقِ المُقَبَّل

چاہتے ہیں کہ یہاں خون کی ندّی بہہ جائے
جس میں بہہ جائیں سبھی حج کے مناسک، معمول

تَنالَونه او تَعطفوا دونَ نَیلِه
صَوارِمُ تَفرِی کُلَّ عَظیمٍ و مِفصَل

سامنے آئے تو پھر ایسی چلے گی تلوار
ہڈیوں کو بھی کرے گی جو بدن سے، منقول

وَتَدعو بِاَرحامٍ وَ انتُم ظلَمتموا
مصالیتَ فی یومٍ اَغرَّ و مُحَجَّل

یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہم میں ہے قرابت باہم
یہ بھی چاہے ہو کہ ڈالو ہمیں کو مقتول

فَمَهلاً وَ لَمّا تُنتج الحربُ بِكرها
يبينُ تِمام او تأخّرُ مُعجل

یاد رکھو کہ اگر جنگ کا میدان سجا
دیکھنا کون ہے پھر موت میں عاجل معجول

فَاِنّا متیٰ ما نَمرِها بِسیوفِنا
نُجالَح فنعرُكَ من نشاءُ بِكَلكَل

لیکے تلوار اگر آ گئے میدان میں ہم
سب کے سینوں پہ نظر آئیں گے پھر زخم کے پھول

وَ تَلقوا ربیع الاَبطَحین محمداً
علیٰ رَبوةٍ فی رأسِ عیطاءَ عیطَل

یہ بھی دیکھو گے محمدؐ ہیں بہارِ بطحاء
جس پہ بیٹھے ہیں، سواری وہ گئی فخر سے پھول

وَ تأوی اِلیهِ هاشم اِنَّ هاشماً
عرانِینُ كعبٍ اٰخراً بعد اوّل

اُن کے اطراف میں دیکھو گے بنی ہاشم کو
جس طرح لازم و ملزوم و عامل معمول

فاِن كُنتُمو ترجونَ قتلَ محمدٍ
فَروموا بِما جمّعتُم نقل يذبُل

قتل کرنے کا محمدؐ کو ارادہ ہے اگر
پہلے یہ کوہِ گرانبار کرو تم معزول

فـاِنـا سـنـحـمـیـهِ بکُلِّ طمرَّةٍ
وَ ذِی میعةٍ نَهدَ الـمراکِلِ هیکل

ایسے گھوڑوں پہ حمایت کے لئے نکلیں گے
جن کی نظروں میں نہ کچھ ہوگا عرض اور نہ طول

وَ کُلِّ رُدَینی ظـمـاءٍ کُعوبـهُ
وَ عضبٍ کَاِیماضِ الغمامةِ مِقصَل

طولِ نیزہ ، خمِ تلوار کو یوں دیکھو گے
جیسے بجلی کی چمک ہو پسِ بادل یا دھول

وَ کُلِّ جرورِ الذیلِ زغفٍ مُفاضةٍ
دِلاصٍ کهزهاِ الغدیر المسلسل

جسم پر ایسی چمکدار زرہ پہنیں گے
جیسے شفّاف سے چشمہ کا ہو پانی منقول

باِیمان شُمٍّ مِن ذوائب هاشم
مغاویلُ بالاِخطار فی کُلِّ محفل

ہے قسم ! حوصلہ ہوگا وہ بنی ہاشم میں
سامنے آئے گا جو، لمحوں میں ہوگا مغفول

همو سادةُ السّاداتِ فی کُلِّ مَوطنٍ
وَ خِیرَةُ ربِّ النّاس فی کُلِّ مُعضِل

ہر جگہ ہونگے بس سیّد و سادات یہی
ہونگے سختی میں بھی اللہ سے واصل موصول

''م'' کے قوافی

(۵۲)

ابولہب کو نصرتِ پیغمبرؐ کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

وَ اِنِ امرَأً ابو عُتَیبۃَ عَمَّہٗ
لَفِی رَوضَۃٍ ما اِن یُّسام المظالما

ابو عُتَیبہ ، نبیؐ کا چچا بھی ہو سالم
جو نیک ذات رہے، اور بنے نہ پھر ظالم

اَقُولُ لہٗ وَ اَینَ منہ نَصِیحتی
ابا معتبٍ ثَبِّت سوادَک قائماً

اگرچہ مانے گا میری نہ کچھ، ابومَعتَب
مَیں کہہ رہا ہوں نہ کر کارِ ذلّتِ دائم

فَلا تفعَلَنَّ الدّھرَ ما عِشتَ خُطَّۃً
تُسَبُّ بِھا اِمّا ھَبَطتَ المواسعا

بھلائی اِس میں ہے تیرے لئے کہ ہوش میں آ
رہے گا ورنہ زمانہ ترا سدا شاتم

وَ ولِّ سبیلَ العِجزِ غیرَکَ مِنھمو
فَاِنَکَ لَم تُخلَقْ علیٰ العِجزِ لازِماً

حوالہ کردے یہ بے غیرتی زمانے کے
کہ حق تو یہ ہے کہ سَر اُس کے سامنے ہو خَم

وَحارِب فَاِنَّ الحَربَ نصفٌ، وَلَن تریٰ
اَخا الحَربِ یُعطِی الخَسفَ حَتیٰ یُسالِما

عدوئے حق کا نہ دے ساتھ، جنگ کر اُن سے
سِپر نہ ڈالے، تو غازی ہے سرخرو، سالم

وَکیفَ وَلَم یَجنو علیکَ عظیمۃً
وَلَم یَخذُلُوکَ غانِماً اَو مغارماً

ابولہب کو عداوت ہے خود اقارب سے
جو سخت خساروں میں بھی رہے، ہمدم

جزیٰ اللّٰہ عنّا عبد شمسٍ وَّ نَوفلاً
وَتَیماً وَّ مَخزوماً عقوقا وَّ ماثماً

خدا نہ بخشے گا مخزوم و تیم و نوفل کو
اور عبدِ شمس کو بھی، سب گناہ کے پرچم

بِتَخریقِھِم من بعدِ وُدٍّ وَ اُلفَۃٍ
جَماعَتَنا کَیما یَنالوا المحارِما

جنھوں نے عہد محبت کا، کر کے توڑ دیا
کہ ہم کو کر سکیں ہر چند دَرہَم و بَرہَم

کَذِبتُم وَ بیتِ اللّٰہِ نُبزی محمداً
وَلمّا تَروا یوماً لَّدیٰ الشِّعبِ قائماً

بہ ربِّ کعبہ محمدؐ کو ہم نہ چھوڑیں گے
اگرچہ شعب میں رہنا پڑے ہمیں دائم

(۵۳)

جس زمانہ میں حضور اکرمؐ کے ساتھ ''شعب ابوطالبؑ'' میں محصور تھے، آپ نے قریش کے ظلم اور نافرمانی کا اظہار اِس نظم کے ذریعہ سے کیا تھا:

اَرَقتُ وَ قد تصَوّبتِ النُّجوم
وَ بتُّ و ما تسالمك الهموم

نجمِ افلاک ڈھل چکے ہیں فہیم
مجھ پہ شب بھر رہا ہے رنجِ الیم

لَظُلمِ عشیرةٍ ظلموا وَ عُقُوا
وَ غِبُّ عقوقِهم كلأٌ وَ خِیم

قوم کا ظلم ہم پہ جاری ہے
کوئی ہمدم رہا، نہ کوئی ندیم

همُو انتهکوا المحارِمَ من اخیهِم
وَ لیس لهُم بغیر اخٍ حریم

کردی پامال بھائی کی حُرمت
جبکہ یہ بھائی ہی ہے اِن کا حریم

الیٰ الرّحمٰن و الکرم استذموا
و کُلُّ فعالِهم دنس ذمیم

اِن کے افعال! شر، بدی، عصیاں
اور تذلیلِ لطفِ ربِّ رحیم

بنو تَیم تؤازرُھا ھُصَیص
ومخزوم لھا منّا قسیم

بنو تَیم و ہُصَیص ساتھ ہوئے
اور مخزوم ہیں عدُوِّ قدیم

فلا تنھیٰ غُواۃ بنی ھُصَیص
بنو تَیم و کُلُّھمو عدیم

کچھ نہ اِن گمرہوں سے بولوں گا
عقل معدوم ہے، خِرَد ہے عدیم

ومخزوم اقلُّ القوم حِلماً
اذا طاشت من الورہِ الحیوم

اور مخزوم! اِن کا کیا کہنا
ہیں حماقت میں یہ علی و عظیم

اطاعوا ابن مغیرۃِ و ابن حرب
کِلا الرجلین مُتھِم مُلِیم

ہیں مطیعِ ولید اور بنِ حرب
جبکہ دونوں ہیں مُتَّہَم و مُلیم

وَقالوا خُطّۃً جوراً و حُمقاً
وَبعضُ القولِ ابلج مُستقیم

کچھ نہ کچھ سب میں ٹھیک ہوتا ہے
یہ مگر بے وقوف اور سقیم

لَنُخرِجُ هاشماً فيصيرُ منها
بلاقع بطن زمزم و الحطيم

بنی ہاشم کے واسطے چاہیں
ان سے خالی ہو زمزم اور حطیم

فمهلاً قومنا لا تركبونا
بِمَظلمةٍ لها امرُ عظيم

ذرا ٹھہرو ! نہ وہ شروع کرو
جس سے تم پر ہو اک بَلاءِ عظیم

فيندم بعضكُم و يذلَّ بعض
وَ ليس بِمُفلحٍ ابداً ظلوم

ہو گے رُسوا بھی تم ، ذلیل بھی تم
ظلم کو دیتا ہے شکست ، قسیم

فلا والرّاقصات بِكُلِّ خرقٍ
اِلىٰ معمور مكّةَ لا نريم

ہے قسم سارے جانداروں کی
ہم رہیں گے سدا یہیں پہ مُقیم

طوال الدهر حتىٰ تقتلونا
و نقتُلَكُم و نلتقى الخصوم

جنگ کرتے رہیں گے محشر تک
بھیجتے ہی رہیں گے تم کو جحیم

ویضرع حولہ منّا رجال
وتمنعہ الخوولۃُ و العموم

گرد ہم بھی رہیں گے اُن کے اور
پدَری مادَری تمام ندیم

ویعلم مَعشرٌ ظلموا و عَفّوا
بِاَنّھمو ھُم الخدُّ الّطیم

دھیان سے سُن لیں یہ سبھی ظالم
اُن کی تقدیر ، ذلّت اور ہزیم

ارادوا قتل احمدؐ ظالموہ
ولیس بقتلہ فیھم زعیم

قتل یہ چاہتے ہیں احمدؐ کا
جبکہ کب ظلم کا ہے کوئی زعیم

ودونَ محمد منّا ندیٌّ
ھُمُ العرنَین و الاَنفُ الصَّمیم

ہیں محمدؐ کی جاں نثاری میں
غیرت و عزم میں جوان ، فہیم



آپ کے ایمان کو شک وانکار کی نظر سے دیکھتا ہو۔ آپ کی جلالت قدر کا یہ رعب ہے کہ اہل تاریخ وسیر آپ کا شمار سابق الاسلام مخدرات میں کرتے ہیں اور آپ کے اسلام کو دیگر خواتین پر مقدم قرار دیتے ہیں۔ (ابوالفرج۔ فصول مہمہ ابن صباغ)

اس کے باوجود آپ زندگی بھر حضرت ابوطالب کی زوجیت میں رہیں اور ان کے ساتھ بہترین سلوک کرتی رہیں۔

آپ کے ایمان وعقیدہ اور عظمت وجلالت کے بعض شواہد یہ ہیں:

(۱) ''جس وقت جناب امیر کی ولادت کا وقت قریب آیا اور آپ نے اپنی زحمت کا احساس کیا تو خانہ خدا کے قریب تشریف لائے، شکم اقدس کو جدار کعبہ سے مس کیا اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کردئے۔ ''اللھم انی مومنۃ بک'' (خدایا میں تجھ پر ایمان لاچکی ہوں) خدایا تجھے اس مولود کا واسطہ جو میرے شکم میں ہے، میری مشکل کو آسان کردے!''

کیا کہنا اس ایمان کامل اور اس رتبہ شناسی کا بچہ شکم میں ہے اور اس کا واسطہ دے رہی ہیں اور اللہ پر ایمان کا صریح لفظوں میں اعلان ہو رہا ہے کہ اس کے بعد کسی کفر و شرک کا کوئی احتمال نہ پیدا ہو سکے۔

(۲) آپ کے رحم مطہر میں اس علی کا نور رہ چکا ہے جس کو رسالت مآب نے اپنے نور کا شریک قرار دے کر اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ سے اپنا تخلیقی سفر بیان فرمایا ہے۔ رحم طیب میں غیر اسلام کوئی تصور نہیں ہو سکتا۔

(۳) آپ کی جلالت قدر کا یہ عالم تھا کہ رسول اکرم نے اپنے دستِ مبارک سے تجہیز و تکفین کی خود قبر میں اترے اور ایک خاص اہتمام کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اپنے پیراہن میں کفن دیا، خود ہی تلقین پڑھی تاکہ دنیا دیکھ لے کہ یہ خاتون عام عورتوں کی

(۵۴)

جب قریش کے لوگوں نے وہ دستاویز پھاڑ ڈالی جو خاندانِ بنی ہاشمؑ کے بائیکاٹ کے لئے تیّار کی گئی تھی، تو جناب ابوطالبؑ نے اُن لوگوں کی تعریف میں ایک نظم کہی جنھوں نے بائیکاٹ ختم کرانے میں نمایاں حصہ لیا تھا:

سقیٰ اللّٰہ رهطاً همُونبالحُجون
قیامٌ وَ قد هجع النّوم

حُجون والوں پہ رحمت کرے خدائے کریم
جو جاگا کرتے تھے تا وقتِ خوابِ بادِ نسیم

قضَوا ما قضَوا فی دُجیٰ لیلهِم
و مَستوسن النّاس لا یعلم

وہ فیصلہ کِیا اُن سب نے ظلمتِ شب میں
کہ جس کے بارے میں کوئی بھی ہوسکا نہ علیم

بها لیلُ غُرٌّ لهُم سورۃٌ
یُداوی بها الاَبلح المجرم

یہ پھیرے دار بڑے باوقار و عزت ہیں
علاج بنتے یہ خود، بہ ہر مریض و سقیم

کشِبۃِ المقاول عند الحُجو
نِ بَل هُم اعزُّ وَ هُم اعظم

حُجون والوں کی عظمت کو یوں سمجھ لیجئے
کہ بادشاہِ یمن سے بھی ہیں کریم و عظیم

لدیٰ رَجلٍ مُرشدٍ امرُہ
الیٰ الحقِ یدعو و یستعصم

معاہدہ ہے کِیا حق پناہ کے حق میں
کہ جس کی دعوتِ حق ہے، بہ سوئے حفظ وحریم

فلَولا جِذاری نثا سُبَّۃٍ
یشیدُ بھا الحاسد المُفعَم

نہ خوف ہوتا جو لوگوں کی بدکلامی کا
کہ جس کے ہونگے، حُسّادِ بدسرشت، قسیم

وَرَھبۃَ عارٍ علیٰ اُسرتی
اذا ما اتیٰ ارضنا الموسم

یہ فکر ہوتی نہ گر خاندان والوں کو
کہ کیا کہیں گے، جو پوچھیں گے ہم سے، حج کے ندیم

لَتابِعتُہ غیرَ ذِی مِریۃٍ
وَلو سِیءَ ذو الرّایِ و المُحرَم

نجانے کتنے ہی تسلیم ہو چکے ہوتے
مناتے گرچہ بُرا ہی نہ کیوں، بزرگ وگریم

کقولِ قُصَی، اَلا اقصروا
وَ لا ترکبوا ما به الماثم

کہا قُصَی نے لوگوں سے مت بڑھو آگے
قدم بڑھاؤ نہ ہرگز سوئے گناہِ ہزیم

فاِنّا بمکة قِدماً لَنا
بها العِزُّ و الخطرُ الاَعظم

ہمارا ذکر ہے کیا، ہم تو شہرِ مکّہ میں
ذوی شرافت و عزت ہیں از زمانِ قدیم

وَ مَن یكُ فیها لَهُ عِزّةً
حدیثاً فعِزَّتُنا الاَقدم

کچھ اور لوگ بھی اب ہو گئے ہیں باعزت
مگر ہمارا ہمیشہ سے ہے مقام، عظیم

وَ نحنُ ببطحائها الرّاسبو
نَ وَ القائدون وَ مَن یَّحکَم

زمینِ بطحاء پہ حاکم رہے ہیں بس ہم ہی
ہم ہی نے کی ہے قضاوت، ہم ہی رہے ہیں حکیم

نشانا وَ کُنّا قلیلاً بِها
نُجِیرُ وَ کُنّا بها نُطعِم

پناہ دیتے تھے، کھانا بھی ہم کھلاتے تھے
یہاں پہ ہوتے تھے جبکہ ذرا سا لوگ مقیم

اذا عَشَّ ازمُ السِّنین الاَنام
و حُبَّ القُتارَ بِها لَمُعدم

غریب لوگوں کی امداد تب بھی کی ہم نے
قحط کی مار سے ماؤف جب تھی، عقلِ سلیم

نَمالی شیبةُ ساقی الحَجِیج
وَمَجدَ مُنِیفُ الذُّرِی مُعلَم

جنابِ شیبہ پدر میرے ، ساقیٔ حجّاج
کہ جن کے مجد وشرف کی ہے کائنات علیم



(۵۵)

ایک اور موقع پر خاندانِ بنی ہاشمؑ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا:

اذا اجتمعتْ یوماً قریش لِمَفخر
فَعبدُ منافٍ سِرُّها وَ صمیمُها

قریش جمع کریں گر، سب احترام و مقام
تو عظمتوں کا ہو عندِ مناف پر اتمام

فَاِن حُصِّلَت اشرافُ عبد منفها
ففی هاشمِ اشرافها و قدیمُها

اگر کمال ہوں عبدِ مناف کے یکجا
تو ایسے محورِ عظمت کا ہوگا ہاشم، نام

فاِن فخرتْ یوماً ، کَاِنَّ محمداً
هو المُصطفیٰ مَن سِرُّها وَ کرِیمها

اگر کبھی بنی ہاشمؑ جو افتخار کریں
تو افتخار، محمدؐ کو خود کریگا سلام

تداعت قریش : غثُّها وِ سمینُها
علینا فلَم تظفر وَ طاشت حُلومها

قریش آج مخالف ہیں گر محمدؐ کے
تو یاد رکھیں کہ اُن کا شکست ہے انجام

وَ کُنّا قدیماً لَا نُقِرُّ ظُلامۃً اذا
ما ثَنَوا صُعرَ الخُدودِ نُقیمُها

کِیا ہے ٹیڑھوں کو سیدھا تو ہم نے پہلے بھی
کبھی سہے نہیں ہم نے مصائب و آلام

وَ نَحمی حماها کُلِّ یومٍ کریهۃٍ
وَ نضرِبُ عن احجارها مَن یرموها

سدا ہم اُس کی حمایت کریں گے مشکل میں
جدھر سے آئیں گے پتھر، اُدھر اُٹھے گی حُسام

بِنا انتعش العُودُ الذّواءُ وَ اِنّما
بِاَکنافنا تندَی وَ تَنمیٰ اُرومُها

حمایتوں سے ہماری مہک اُٹھے گا چمن
خزاں کے ماتھے پہ ہوگا بہار کا پیغام

هُمُ السَّدۃُ الاَعلونَ فی کُلِّ حالۃٍ
لَهُم صِرمۃً لا یُستطاعُ قرونُها

وہ باوقار تھے اجداد، ہر زمانے میں
کہ پا سکا نہ کوئی وہ وقار اور وہ مقام

یَدینُ لَهُم کُلُّ البریّۃِ طاعۃً
وَ یُکرِمُهُم مِلاَرضِ عندی اَدیمُها

وہ دن بھی دُور نہیں ہے، کہ جب جہاں سارا
کرے گا صبح و مساء اِن کی عظمتوں کو سلام

(۵٦)

جب خانۂ کعبہ میں حضرت علیؑ کی ولادت ہوئی تو اُنھیں اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا:

سَمَّیتُہٗ بِعلیٍّ کَی یَدُومُ لَہٗ
مِنَ العُلُوِّ وَ فخرِ العِزِّ اَدوَمَہٗ

علیؑ اِس لئے اِس کا رکّھا ہے نام
کہ یہ فخر و عزت میں پائے دوام



(۵۷)

ایک اور موقع پر خاندانِ بنی ہاشمؑ کے شرف کا اظہار اور قوم کے ظلم و ستم کو شکوہ کرتے ہوئے فرمایا:

لِمَن اَربعَ اَقوینِ بین القدائِم
اَفمن عبد حاۃ الرِّیاحِ النّوائم

بتاوَ خالی مکانو ! یہاں تھا کس کا مقام
وہی جنھوں نے کِیا آندھیوں کے آگے قیام

فَکَلَّفتُ عینی البُکاءَ وَ خِلتُنی
قد انزفتُ دمعی الیوم بین الاصارِم

چھلک رہے ہیں یہ آنسو، جو میری آنکھوں میں
سُنا رہے ہیں یہ ہر اک کو میرے دِل کا پیام

وَکَیفَ بُکائی فی الطّولِ وَ قد اَتت
لَھا حِقَبَ مُذ فارقَت اُمُّ عاصِمِ؟

نہ جانے کب سے یہ عالم ہے میرا گریہ میں
کہ لگ رہا ہے، کہ ہے آنکھ آنسوؤں کا جام

غِفارِيّة حَلّت بِبَولانَ خَلّةً
فيَنبع اَو حَلّت بِهضبِ الرّجائم

بنو غِفار نے بَولان و یَنبع و بصرہ
گذارے دربدری میں بہت شب و ایّام

فَدَعها فقد شطّت بِها غُربةُ النَّوىٰ
وَ شِعب اَشتّ الحيّ غيرُ مُلائم

نہ ذکر چھیڑو کہ غربت کی پھر سے یاد آئے
کئے ہیں جس نے پراگندہ سب لحومِ وعظام

فَبَلِّغ علىٰ الشّحناء افناءَ غالب
لُوَيّاً وَ تيماً عند نصر الكرائم

بتادو یہ بنو غالب سے، تَیم ولوؤی سے
جو کر رہے ہیں عداوت، بہ بندگانِ کرام

بِاَنّا سُيوفُ اللّٰهِ وَ المجدِ كُلِّه
اذا كانَ صوتُ القومِ وَحىَ الغمائم

کہ ہم ہیں سیفِ خدا، صاحبانِ عزّ وشرف
صدائے قوم پہ کرتے ہیں سب سے پہلے قیام

اَلَم تعلموا اَنَّ القطيعةَ مأثمُ
وَ امرُ بلاءٍ قاتمٍ غيرِ حازم

پتہ نہیں ہے تمہیں، قطعِ رحم بھی ہے گناہ
بَلا و آفت و نِقمت کی بلکہ ہے یہ حُسام

وَ اَنَّ سبیلَ الرُّشدِ یُعلم فی غدٍ وَ انَّ نعیمَ الدَّھرِ لَیس بِدائِم	قریب ہے کہ رہِ حق تمہیں بھی مِل جائے رہے خیال ، نہیں نعمتِ جہاں کو دوام
فَلا نَسفَھَن اَحلامَکُم فی مُحمدٌ وَ لا تتبعوا امرَ الغُواۃِ الاَشائِم	نہ دیکھو خوابِ حماقت نبیؐ کے بارے میں نہ کان دھر کے سُنو بے وقوفیوں کے کلام
تمنّیَتُم اَن تقتلوہُ ، وَ اِنّما امانِیّکُم ھٰذی کاَحلام نائِم	یہ چاہتے ہو محمدؐ کو قتل کر ڈالو تو جان لو، یہ عبث فکر ہے، خیال ہے خام
فَاِنّکُم وَ اللّٰہِ لا تقتلونَہ وَ لمّا تروا قطفَ اللّحی و الغلاصِم	قسم ہے قتل کا سوچا بھی گر، تو پھر ہم لوگ پئیں گے کاسۂ سَر میں، تمہاری موت کے جام
وَ لَم تنصُرو الاَحیاءُ مِنکم مَلاحِماً تحُوم علیھا الطّیرُ بعدَ ملاحم	تمہاری فوج میں زندہ نہ بچ سکے گا کوئی تمہاری لاش کا انجام، طائروں کا طعام

طرح مسلمان نہیں ہیں۔ ان کا اسلام و ایمان ایک خالص اہمیت کا مالک ہے اور ان کا عقیدہ ایک مخصوص اخلاص کا حامل ہے۔ (الفصول المہمہ)

یہ سب اس لئے تھا کہ ناواقف اور متعصب افراد پر آپ کا اسلام پوری طرح واضح ہو جائے اور یہ سمجھ سکیں کے آپ کا اسلام آپ کے شوہر کے اسلام کی ایک واضح دلیل ہے۔ اس لئے کہ اسلامی قانون کی بنا پر غیر مسلم کسی مسلمان عورت کا شوہر نہیں رہ سکتا ہے۔ قرآن مجید نے بار بار مشرک و مسلمہ کے ازدواجی تعلقات سے ممانعت فرمائی ہے اور یہ احتمال نہیں دیا جا سکتا کہ رسول اکرم نے حکم قرآن کو ٹال دیا ہو، یا اس پر عمل در آمد نہ کیا ہو جس کا مطلب ہی یہی ہے کہ آپ کی نظر میں جس طرح فاطمہ بنت اسد مسلمان تھیں، اسی طرح حضرت ابو طالب بھی مومن کامل تھے، اب مسلمانوں کو اختیار ہے چاہے رسول اکرم کے نظریات سے اتفاق کریں یا اختلاف۔



امیر المومنین امام علی علیہ السلام

(ابو طالبؑ کے فرزند ارجمند)

دنیا حضرت علیؑ کو سابق الاسلام تسلیم کرے یا نہ کرے، اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔ یہ بحث تو ان لوگوں کے بارے میں ہی بھلی معلوم ہوتی ہے جن کا سابقہ کفر سے رہ چکا ہو، جن کی پیشانیاں بتوں کے سجدوں سے آشنا ہو چکی ہوں، جن کے دل اصنام کی بارگاہ میں جھک چکے ہوں۔ لیکن جو انسان تاریخی مسلمات کی بنا پر 'کرم اللہ وجہہ' صرف اس لئے کہا جاتا ہو کہ اس نے کبھی بتوں کے سامنے سر نہیں جھکایا اور کسی آن بھی سنگ و

وَ تدعوا بِاَرحام او اَصر بَیننا
وَ قد قطع الاَرحامَ وقعُ الصّوارِمِ

ہے اک طرف تو یہ دعویٰ کہ رشتہ دار ہو تم
اور ایک سمت ہمیں پر اُٹھا رہے ہو حُسام

وَ تامو بِخَیلٍ بعدَ خَیلٍ یَحثُّها
اِلیٰ الرّوعِ ابناءُ الکھولِ القماقم

یہ بھر رہے ہو جو میدانِ گھوڑوں سے
سمجھ لو زیست کو ہے آخری تمہارا اسلام

مِن البیضِ مِفضالُ اَبیُّ علیٰ العدا
تمَکّن فی الفَرعینِ فی حیِّ ہاشم

دیئے ہو اُن بنی ہاشم کو جوشِ جنگ کہ جو
وہ باشرف ہیں، کھلونا ہے جن کا تیغ و حُسام

امینُ مُحِبُّ فی العِباد مُسوَّمُ
بِخاتَمِ رَبِّ قاہِرٍ لِلخواتم

نبیؐ ہمارا شریف و امین و صادق ہے
کیا خدا نے نبوّت کا جس پہ حُسنِ ختام

یریٰ النّاس بُرہاناً علیہِ وھیبۃً
وَ ما جاھمُ کاٰخَرَ عالِمٍ

خدا نے اُن کو عطا کی ہے رعب اور ہیبت
کب علم و جہل برابر ہے، اِس میں کیا ہے کلام؟

نَبِیٌّ اَتاہُ الوَحیُ مِن عندِ ربّہٖ
وَمَن قالَ: لَا ، یَقرعَ بِھا سِنّ نادِمِ

خدائے پاک کی جانب سے وحی آتی ہے
کیا ہے جس نے بھی رَد، وہ سدا ہوا ناکام

تُطِیفُ بِہ جُرثُومۃً ھاشمیَّۃً
تُذَبِّبُ عنہُ کُلِّ عاتٍ وَ ظالِمِ

دفاعِ ظلم سے کرتے ہیں سب بنی ہاشمؑ
طواف کر کے عقیدت سے بھیجتے ہیں سلام



IMAAN -E- ABU TALIB a.s.
BAZABAN -E- ABU TALIB a.s.

(URDU)



FAHEEM IBNE KALEEM ALLAHABADI

PUBLISHED BY:

ALLAMAH JAWADI TRUST, MUMBAI

خزف کو سجدہ نہیں کیا، اس کے بارے میں یہ بحث فضول ہی معلوم ہوتی ہے۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت علی نے زندگی کا کوئی لمحہ بھی عالم کفر میں نہیں گزارا۔ حالانکہ اگر بعض مسلمانوں کے زعم کے مطابق ہم حضرت ابوطالبؑ کو کافر تسلیم کر لیں تو ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت علی کی ابتدائی زندگی محکومیت بالکفر میں گزری ہے، اس لئے کہ باطنی بور پر فطرت اسلام پر پیدا ہونے والا بچہ بھی ظاہری طور پر ماں باپ ہی کے احکام کا طابع ہوتا ہے۔

کیا دنیا کا کوئی عاقل تصور کر سکتا ہے کہ ایک کافر کے بچہ کی ولادت کے لئے خانہ حق کی دیوار شق ہو کر راستہ دے دے۔ وہ خانہ حق جس کی تعمیر کے اتمام کے بعد خلیل حق کو دوبارہ اس کی تطہیر کا حکم ہوا تھا۔

ایسا تصور عظمت خلیل پر زبردست حملہ اور عظمت کعبہ پر بہت بڑا بہتان ہے۔

"کعبہ میں ولادت علی" حضرت ابوطالب کے ایمان کی بہترین دلیل ہے اور شاید یہ بھی ایک مصلحت رہی ہو کہ مشیت نے آپ کی ولادت کے لئے خانہ کعبہ کا انتخاب کیا تھا۔

صاحب مناقب نے یہاں تک نقل کیا ہے کہ ولادت کے بعد حضرت عبد المطلب نے بچہ کو گود میں لے کر بارگاہ احدیت میں عرض کی

یا رب یا ذا الغسق الدجی والقمر البلج المضی

بین لنا فی حکمک المقضی ماذا تریٰ فی اسم هذا الصبی

(اے تاریک رات اور چمکتے چاند کے خالق و مالک اب تو ہی فیصلہ کر کے اس بچہ کا نام کیا ہوگا)۔ اس کے جواب میں یہ دو شعر نازل ہوئے۔ علی ابن ہمام کی روایت کی بنا پر تختی پر لکھے ہوئے اور فضل بن شاذان کی روایت کی بنا پر زبان ہاتف پر:

خصصتها بالولد الزكى والطاهر المنتجب الرضى
فاسمه من شامخ على على اشتق اسمه من العلى

(تمھیں ایک پاک وپاکیزہ منتخب اور پسندیدہ بچہ دیا گیا ہے اس کا نام بلند وبالا اور اسم الٰہی سے مشتق یعنی علی ہے۔)

اگرچہ یہ روایت شیعی طریق سے نقل ہوئی ہے لیکن میرا موضوع سخن مناظرہ سے ہٹ کر تحقیق ہے اس لئے ہر اس روایت پر اعتماد کرسکتا ہوں جس کے راوی معتبر اور اسناد صحیح ہوں، خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔



نفسیاتی رجحانات

وہ افراد جن کے پہلو میں دل اور دل میں جذبات ہیں وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسان کو اپنا عقیدہ بہت پیارا ہوتا ہے۔ وہ اپنے مذہبی رجحانات یا نظریاتی میلانات کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرسکتا ہے اس کی نظر میں یہ ایک ایسی بیش بہا دولت ہوتی ہے جس کا توازن کسی شے سے نہیں کیا جاسکتا ہے۔

آج بھی دیکھ لیجئے بھائی بھائی، باپ بیٹے، عزیز عزیز، یہ سب کیوں جھگڑا کر رہے ہیں، ان میں نزاع کی بنیاد کیا ہے؟ ان میں اختلاف کس نے پیدا کیا ہے؟ کیا اس کا سبب نظریہ کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟ اس کا نظریہ یہ ہے، اس کا وہ، اس کا عقیدہ ایسا ہے اسکا ویسا۔ حالت یہ ہے کہ ادھر نظریات کی بحث چھڑی اور ادھر قرابت کے رشتہ ٹوٹے۔ اب نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا، نہ بھائی ہے نہ بہن، جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ

عقیدہ دنیا کے ہر رشتہ پر بھاری ہے۔اس کی قوت عالم کی ہر ایٹمی قوت سے زیادہ موثر ہے۔انسان اپنے عزیز قریب کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرسکتا ہے۔

نفسیاتی اعتبار سے یہ ثابت ہو جانے کے بعد یہ بھی واضح ہو گیا کہ عالم تقیہ کا ایمان عام ایمان واسلام سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے، اس لئے کہ کھلا ہوا اسلام اپنے مذہب سے دفاع کرسکتا ہے۔وہ اپنے خلاف کوئی کلمہ نہیں سنے گا، اسے کسی مخالف کی بات برداشت نہیں کرنا پڑے گی، لیکن تقیہ کے ایمان کو ان تمام مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا، وہ اپنے خلاف باتیں سنے گا اور چپ رہے گا۔اپنے اصول پر حملہ دیکھے گا اور دفاع نہ کرسکے گا۔ جذبات گھٹ گھٹ کر رہیں گے اور کوئی کلمہ زبان پر نہ آسکے گا۔اتنا سخت مرحلہ جہاد اکبر ہی کہا جاسکتا ہے کہ جہاد بالنفس اس کے علاوہ کوئی اور شئی نہیں ہے۔تلوار لیکر میدامیں آجانا، دشمن کے ایک ایک کلمہ پر داد شجاعت دیکر جان بحق تسلیم ہو جانا بہت آسان ہے لیکن دشمن کے طعنے سن کر، ان کی تعدیاں دیکھ کر، ان کی بے ادبیوں پر نظر رکھتے ہوئے خاموش رہ جانا بہت مشکل ہے۔

یہی وجہ تھی کہ قرآن کریم نے مومن آل فرعون کی مدح کی ہے اور یہی راز تھا کہ اصحاب کہف کے قصے زینت کتاب عزیز بنائے گئے ہیں کہ ان لوگون نے ضبط نفس کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے مذہب کو ظاہر نہیں کیا تاکہ اپنے اصول کا تحفظ کرسکیں یا حضرت موسیٰ کی جان بچاسکیں۔

جذبات پر قابو کر کے مصالح وقت کے پیش نظر حفاظتی کارروائی کے لئے اپنے دین کو پوشیدہ کردینے والے حضرات اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ انھیں اس جنس گراں کی اجرت ادا کی جائے، ان کے اس کنز مخفی کو اچھی قیمت سے خرید اجائے۔

پھر کیا کہنا اس تقیہ کا جس کا محرک اپنی جان کا تحفظ یا اپنے مال و آبرو کا بچاو نہ ہو بلکہ اس کا تمام تا محرک ایک قانون کا تحفظ، ایک رسولؐ کی حفاظت اور ایک لازوال مذہب کا باقی رکھنا ہو۔ جس کے نتیجہ میں دین الٰہی زندہ درگور ہونے سے بچ جائے اور جس کے طویل میں اسلام پر مہر دوام ثبت ہو جائے۔

حضرت ابوطالبؑ کی یہی وہ بیش بہا دولت تھی جس کی صحیح قیمت امام وقت نے لگائی اور یہ فرمادیا کہ وہ دوہرے اجر کے حقدار ہین۔ انھوں نے فقط اسلام ہی قبول نہیں کیا بلکہ اسلام کے تحفظ اور رسول اسلامؐ کی بقا کی خاطر اپنے جذبات کی قربانی بھی دی ہے۔ اپنے ظاہری وقار و عظمت کو بھی کھویا ہے اور اپنی رات کی نیند اور دن کا چین بھی حرام کیا ہے۔

ارباب نفس فیصلہ کریں کہ راحت و اطمینان کے ساتھ اعلان اسلام زیادہ قیمت رکھتا ہے یا بیدار ضمیر اور زندہ دل کے گھٹے ہوئے جذبات، اسلام ظاہر کر کے اپنے جان و مال کا تحفظ زیادہ قیمت رکھتا ہے یا اس بیش بہا دولت کو خزانۂ دل چھپا کر رسول اسلامؐ کا تحفظ!



ذاتی خدمات

رسول اسلامؐ اور حضرت ابوطالبؑ کی زندگی کا امتزاجی مطالعہ اس بات کا قوی شاہد ہے کہ ابوطالبؑ کی طینت کا خمیر اسلام اور عقیدہ کے آب حیات سے اٹھا تھا۔ یہ وہ انسان تھا جس نے اصل و نسل، حسب و نسب کسی اعتبار سے بھی کفر سے کوئی تعلق پیدا نہیں کیا ہے۔ تبلیغ کے ابتدائی لمحات جس میں ایک مؤیّد کی شدید ضرورت ہوتی ہے، جب

تحریک اٹھانے والا حسرت ویاس سے ایک ایک کا منھ تکتا ہے، کسی محرک کا باقاعدہ ساتھ دیکر اس تحریک کو کامیاب بنا دینا ان تمام ہمراہیوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو تحریک کی کامیابی کے بعد ظہور میں آتی ہیں۔

سچ فرمایا ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ اگر دنیا کا ایمان ایک پلہ میں ہو اور دنیا کا ایمان دوسرے پلہ میں تو انکا ایمان بھاری رہیگا اس لئے کہ وہ اسلامی بنیادوں کو مضبوط کرنے والے اور اسلام کو دنیا سے روشناس کرانے والے ہیں۔

دنیا جانتی ہے کہ ابوسفیان بھی مسلمان تھا اور حجرت ابوبکر بھی، لیکن حضرت ابوبکر کے اسلام کو ترجیح حاصل ہے اس لئے کہ انھوں نے غربت کیدور میں اسلام کو قبول کیا تھا اور ابوسفیان نے اس کی بڑھتی ہوئی شوکت کو دیکھنے کے بعد!

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے اسلام کی وقعت بھی اس لئے زیادہ ہے کہ ان کے اسلام سے مذہبی دبدبہ میں اضفہ ہوگیا اور اس ہیبت سے نہ جانے کس کس کے دل ملنے لگے تو اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ عالم غربت و کسمپرسی کا اسلام حالت شوکت و جلالت کے اسلام سے کہیں زیاذہ وقعت واہمیت رکھتا ہے، تو پھر یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ یہ تمام ''غربت کے اسلام'' صرف زبانی اقرار کے حدود تک محدود تھے۔ان کی تاریخ میں اسلام یا رسول اسلامؐ کی نصرت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے لیکن ابوطالبؑ کے اسلام کا تعلق زبان سے نہیں تھا بلکہ اس کی پشت پر عمل ہی تھا اور خدمت ہی خدمت تھی۔

اگر یہ نہ ہوتا تو اسلام کی صف خالی اور اس کی بساط الٹی ہوئی نظر آتی، اگر یہ نہ ہوتا تو رسول اسلامؐ خاک وخون میں غلطاں اور ان کی تحریک زندہ در گور دکھائی دیتی، اگر یہ نہ ہوتا تو الٰہی مقصد اور انسانی کمال ناتمام رہ جاتا۔

اس اسلام کا قیاس ان اقراروں پر نہیں کیا جا سکتا جن میں خوف ورجاء، حرص و طمع، اندیشۂ ماضی اور فکر فردا کے احتمالات پائے جاتے ہیں۔ سچ کہا تھا ابن ابی الحدید معتزلی نے کہ: ''اگر ابوطالبؑ کے خدمات نہ ہوتے تو اسلام کا کوئی رکن بھی قائم نہ ہو سکتا تھا''۔

آپ ان خدمات کا تجزیہ کریں تو آپ کو ہر رہ قدم پر عقیدہ کی تجلیاں اور ایمان کی ضوفشانیاں نظر آئیں گی۔ وہ پہلا دن جب حضرت عبداللہؑ کے بعد ایک رہا سہا محافظ (عبدالمطلبؑ) دار دنیا سے جا رہا تھا اور چلتے چلتے یہ وصیت کر رہا تھا کہ کاش میں اس بچے کے اعلان تبلیغ تک زندہ رہتا تو اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا۔ خیر اب جو میری اولاد میں باقی رہ جائے اس کا یہی فریضہ ہے۔

کتنا حسین موقع تھا یک مختلف العقیدہ انسان کے لئے کہ اس کمسنی اور کسمپرسی کے عالم میں بچے کا اکم تمام کر دیتا۔ نہ بانس رہتا نہ بانسری، نہ محرک رہتا نہ تحریک، نہ صاحب عقیدہ و نظام رہتا اور نہ نظام و عقیدہ۔ لیکن ہمیں تو یہ کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

اب اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ابوطالبؑ کو محمد عربیؐ کی نبوت کا علم نہیں تھا تو بحیرا راہب کے بیان کے بعد یہ حقیقت واضح ہو گئی تھی، اب کیا شبہہ کی گنجائش تھی؟ اب کیا خطرہ تھا؟ اب تو وطن سے بھی دور تھے، وہیں خاتمہ کر دیا ہوتا۔ عقیدہ تو قرابت سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے، اور اس نبوت کا تو مطلب ہی عالم کفر و شرک کی کھلی ہوئی مخالفت تھا۔ فرض کیجئے اب بھی علم نہیں ہو سکا تھا، تو کیا اس وقت بھی علم نہ تھا جب مکہ کے کوچے نعرۂ توحید سے گونج رہے تھے، جب ہر آن کان میں قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا کی آواز آ رہی تھی۔ یقیناً معلوم ہوا ت تو کیا یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ حضرت ابوطالب من مقابلے کی

طاب وطواں نہ تھی، یا پھر ان کے اس اس تحریک کو دبانے کی صلاحیت نہ تھی یا گود کے پالے ہوئے بچہ کو بھی ختم کردینا ممکن نہ تھا۔

یقیناً یہ سب کچھ ممکن تھا لیکن ابوطالبؑ نے ایسا نہیں کیا اور یہی وہ تاریخی تجزیہ ہے انجو ہر مورخ کے ذہن میں ابوطالب کا ان نفسیاتی عوامل اور عقائدی محرکات کا تصور قائم کرسکتا ہے جو انہیں اس حیرت انگیز موقف پر مجبور کررہے تھے اور جن کی بنا پر وہ رسول اسلام کی مسلسل کمک کررہے تھے۔ میں نے مانا کہ رسول کی ذاتی حفاظت اس رشتہ کی بنا پر تھی جو انھیں اپنے چچا سے حاصل تھا۔ وہ اس سلسلے میں اس قرابت کی پاس داری کررہے تھے جس کا تصور ایک چچا کے دل میں اپنے یتیم بھتیجے کے لئے ہوتا ہے لیکن کیا اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس کے دین کی بھی ترویج کی جائے، اس کے مشن کو بھی کامیاب بنائے جائے؟ کیا قانون کا تقاضہ یہ نہ تھا کہ قرابت کا لحاض کرتے ہوئے بچہ کو سمجھا بجھا کر خاموش کردیا جائے اور اگر وہ سکوت اختیار نہ کرے تو وہی کچھ اقدام کیا جائے جو عقیدہ و رشتے کے تصادم کے وقت کیا جاتا ہے۔

یقیناً قاعدہ یہی تھا لیکن یہاں تو معاملہ بالکل برعکس تھا۔ خاموش ہونا کیسا! مزید بولنے کی دعوت دے رہے۔ روک دینا کیسا تبلیغ پر آمادہ کررہے ہیں (طبری جلد ۶ ص ۶۵-۶۴)

اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوطالب اس تحریک سے پوری طرح متفق تھے جسے رسول اسلام چلا رہے تھے۔ انہیں اس عقیدہ سے پوری ہمدردی تھی جو رسول اکرم کے دل میں کروٹیں لے رہا تھا۔ انہیں دین الٰہی سے اسی طرح محبت تھی جس طرح ایک راسخ العقیدہ مسلمان کو ہوتی ہے۔

بات اسی حد پر ختم نہیں ہوتی، بلکہ تاریخ ایک قدم اور آگے بڑھ جاتی ہے۔

اسلامی تحریک کی روز افزوں ترقی اور کامیابی کو دیکھ کر کفار قریش حضرت ابوطالبؑ کے پاس آکر یہ شکایت کرتے ہیں کہ اپنے بھتیجے کو اس تبلیغ سے روک دیجئے۔ حضرت نے اس مطالبے باحسن وجوہ ٹال دیا لیکن جب ادھر سے اصرار بڑھا تو آپ نے اپنے موقف کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے بھتیجے تک یہ پیغام پہونچایا: ''بیٹا! - ان بنی عمك هٰولاء زعموا انك توذیهم '' (یہ تمارے رشتہ دار خیال کرتے ہیں کہ تم انھیں اذیت دے رہے ہو۔)

میں اگر بفرض محالی تسلیم بھی کرلوں کہ حضرت ابوطالب کچھ زیادہ حساس آدمی نہ تھے، ان کے دل میں مذہب کا درد نہ تھا، انہیں ذاتی طور پر اپنے دین سے کوئی خاص ہمدردی نہ تھی تو یہ بہر صورت قابل تسلیم نہیں ہے کہ کفار کے شدید اصرار و تاکید کے بعد بھی ان میں احساس نہیں پیدا ہوا اور انھیں اپنے دین کا درد پیدا نہیں ہوا۔

تو اب سوال یہ ہے کہ اگر ان میں اپنے مذہب سے ہمدردی نہ تھی تو یہ انداز بیان کیا تھا؟ کیا انھیں سلیقہ، گفتگو اور انداز تخاطب سے بھی واقفیت نہیں تھی؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ساف صاف کہتے بیٹا! یہ سچ کہتے ہیں، تم اُنھں اذیت دیتے ہو، ان کے خداؤں کو برا بھلا کہتے ہو، ان کے مذہب کو انسانیت سوز اور توہین بشریت قرار دیتے ہو، تمہیں ان حرکتوں سے باز آجانا چاہئے ورنہ میں تمہیں ان کے حوالے کردونگا۔

لیکن یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے۔ جب آنحضرتؐ نے فرمادیا کہ میرے دہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیا جائے تو تبلیغ ترک نہیں کرونگا تو حضرت ابوطالبؑ نے صریح لہجے میں کہہ دیا ''قریش والو! و اللہ ما کذب ابن اخی قط'' (خدا کی قسم میرے بھتیجے نے غلط بات کہی ہی نہیں) (اسنی المطالب)

اگر کوئی ناقد بصیر اس کلمہ کی نفسیاتی تحلیل کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ حجرت ابو طالبؑ ایمان و عقیدہ کے ساتھ انداز تخاطب پر کتنی قدرت کاملہ رکھتے تھے۔ رسول اکرمؐ سے بات نقل کی تو یہ کہہ کر کہ ان لوگوں کا خیال ہے، اور ان لوگوں سے گفتگو کی تو یہ کہکر کہ میرا بھتیجا دروغ گو نہیں ہے

مقصد یہ تھا کہ میرا اسلام نہ آج کے کفار و مشرکین پر ظاہر ہونے پائے اور نہ کل کے آنے والے مسلمانوں سے پوشیدہ رہ جائے اس لئے آپنے ایک ایسا امتزاجی قدم اٹھایا جس سے رسول اسلام کا دل بڑھ گیا، ہمت بندھ گئی اور آپ نے یہ سمجھ لیا کہ انداز کلام میری نصرت وحمایت کی طرف ایک کھلا ہوا اشارہ ہے چنانچہ ایک مرتبہ قوت قلب کا سہارا لیکر اٹھ کھڑے ہوئے اور اعلان کر دیا کہ زمین و آسمان کے نظال میں تبدیلی پیدا ہو جائے لیکن تبلیغ حق میں تبدیلی ناممکن ہے۔ اللہ رے قوت تدبیر ابو طالبؑ! آپ نے ایک توریہ آمیز اقدام سے اسلام کی لاج رکھ لی اور کفار کو حقیقت سے آشنا بھی نہیں ہونے دیا۔ کیا اتنا حکیمانہ موثر اقدام ابو طالبؑ کے علاوہ کوئی اور بھی کر سکتا ہے؟ اس مقام پر قریش سے گفتگو کرنے میں ''خدا کی قسم'' بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ ایک کافر اپنے ہم مذہب کے سامنے لات و عزیٰ کی قسم کھاتا ہے یا خدائے برحق کی؟!

میرا موضوع کلام چونکہ ایمان ابو طالبؑ کے ایجابی پہلو پر بحث کرنا ہے، اس کے مناظرانہ پہلوؤں کو چھیڑنا مقصود نہیں ہے اس لئے میں بعض ادلہ و براہین سے قطع نظر کئے لیتا ہوں ورنہ مجھے یہ کہنے کا حق ضرور حاصل تھا کہ شعب کی زندگی اور اس کی سختیاں برداشت کر کے نصرت رسولؐ کرنے والا مسلمان نہ ہوگا تو کیا وہ مسلمان ہونگے جنھوں نے آل رسولؐ کے حق غصب کئے، ان پر ظلم وستم روا رکھا، مخدرات عصمت کو گرفتار کر کے

شام و کوفہ کے بازارون اور درباروں میں تشہیر کیا؟

کفار قریش کے مقابلہ مین اتنی جرأتمندی کے ساتھ نبوت کی تصدیق کر کے ان کے خیال خام کو زعم ناقص کا مرتبہ دینے والا مسلمان نہ ہوگا تو وہ عورتیں کیسے مسلمان ہونگی جو ایک وقت میں جھلاّ کر رسول اسلامؐ سے کہہ بیٹھیں کہ آپ کو یہ کیسے خیال ہو گیا کہ آپ نبی خدا ہیں؟

حقیقت امر یہ ہے کہ یہ تمام بنیادی اقدامات اور اساسی خدمات کو رشتہ و قرابت پر محمول کر دینا ایک ایسا جہالت خیز اور حیرت انگیز اقدام ہے جسے تاریخ و نفسیات، ضمیر و وجدان کے مذہب میں قابل معافی تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ابو طالبؑ جیسا عمیق الفکر اور سلیم النظر انسان کسی وقت بھی ضمیر و وجدان، مذہب و دیانت کے خلاف ایسے اقدامات نہین کر سکتا تھا جیسے اقدامات آپ کی پوری زندگی کے نمایاں پہلوؤں کی جگہ لئے ہوئے ہیں۔



آپ کے بارے میں بیانات

درحقیقت زیر نظر کتاب ہی وہ واحد کتاب ہے جس نے ترتیب تنظیم، ہمہ گیری و جامعیت کے اعتبار سے وہ انفرادی شان حاصل کی ہے جو اس موضوع تالیف شدہ کتابوں میں نظر آتی ہے۔ طرفین کے بیانات کو جمع کر کے ان پر صحیح علمی تنقید کرنا مصنف کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

میری نظر سے اب تک کوئی ایسی کتاب نہیں گزری ہے جس نے اس انداز تحریر

اور اس سلیقہ ترتیب سے ان بیانات کو جمع کیا ہو۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سابق کے علماء نے سلیقہ سے کام نہیں لیا ہے، بلکہ اس کی تمامتر ذمہ داری تاریخ کے سر ہے۔ تاریخ اس قدر تیزی کے ساتھ آگے بڑھتی جارہی ہے کہ کل کی باتیں آج قدیم معلوم ہوہی ہیں۔کل کا سلیقہ آج کہنہ نظر آرہا ہے۔

یہ تمام تالیفات اپنے اپنے وقت کا شاہکار رہی ہوں گی، لیکن آج دنیا تالیفات کے جس سلیقہ سے آشنا ہورہی ہے وہ ان تالیفات میں بڑی حد تک مفقود نظر آتا ہے اور زیرنظر کتاب میں نمایاں ہے۔

یہی وہ سلیقہ تحریر ہے جس کی داد ''علامہ بولیس سلامہ'' ادیب بیروت: نے ان الفاظ میں دی ہے:

''اگر مولف نے وکالت کا پیشا اختیار کیا ہوتا تو وہ وکلاء کی صف اول میں ہوتے اس لئے کہ طریقہ استدلال اور سلیقہ استنتاج میں ان کی ایک انفرادی حیثیت ہے جو ان کی کامیابی کی ضامن ہے۔''

میرا دل چاہتا ہے کہ اس مقام پر دو ایک باتوں کا اور اضافہ کردوں جو مولف کے قلم سے رہ گئی ہیں اور ان سے اسلام ابوطالبؑ پر اچھی خاصی روشنی پڑسکتی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ جناب ابراہیم کی وہ دعا جس میں آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی تھی:

و من ذریتنا امة مسلمة لك.

''خدایا ہماری ذریت میں سے ایک امت مسلمہ قرار دے''

ظاہر ہے کہ امت کا اطلاق ایک دو فرد پر مجاز ہوتا ہے۔حقیقت کے لئے کم از کم تین افراد

کا ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ کے یہاں ولادت سے پہلے اور حضرت حمزہ کے دنیا میں آنے کے قبل امت مسلمہ کے مصادیق میں حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ کے سوا اور کوئی نہ لہذا اب اگر حضرت ابراھیم کی دعا کو باثر اور مستجاب تسلیم کرنا ہے تو حضرت ابوطالب کو اس امت مسلمہ کا ایک فرد تسلیم کرنا پڑے گا ورنہ دعائے خلیل بے اثر اور طلب ابراہیمی بے اجابت رہ جائے گا۔

دوسری بات جناب ابوطالب کا وہ خطبہ جو آپ نے جناب فاطمہ بنت اسد سے عقد کرتے وقت پڑھا تھا جس سے ایمان کامل اور عقیدۂ راسخہ کی شعائیں پھوٹ کر نکل رہی ہیں۔

صاحب مواہب الواہب نے آپ کے اس تاریخی یادگار خطبہ کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

الحمد للہ رب العالمین رب العرش العظیم و المقام الکریم والمعشر الحطیم الذی اصطفانا اعلاماً و سادۃ و عرفاء خلصاء و قادۃ

”تمام تعریفیں اس معبود برحق کے لئے ہیں جو تمام کائنات، عرش عظیم، مقام کریم اور مشعر و حطیم کا مالک ہے۔ اسی نے ہمیں منتخب کر کے علم شرافت، صاحب سیادت و معرفت، اور اہل زیامت و ریاست قرار دیا ہے۔“

دنیا غور کرے کے اعتراف ربوبیت اور توحید سے بت پرستی کی نفی اور اسلام کا اعتراف کس قدر نمایاں نظر آرہا ہے۔ مجھے تو حضرت ابوطالبؑ کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں معلوم ہوتی جب میں آپ کے اس خطبہ کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے دیکھتا ہوں اور یہ دیکھتا ہوں کہ اس خطبہ کے وقت تک قرآن کریم نازل نہیں ہوا تھا اور کا افتتاح

اسی فقرہ سے ہوا ہے جس سے خالق کائنات نے اپنے کلام کا آغاز کیا ہے۔ تیسری بات ادیب بیروت بولیس سلامہ کا وہ فقرہ ہے جو انہوں نے اسی کتاب کی تقریظ میں تحریر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

ان الیتیم استظل فی کنف عمہ صبیا و یافعاً فلما بزغت شمس الیتیم مشی العم فی نورھا۔

(پہلے یتیم عبداللہ نے بچپن اور جوانی کی منزلیں اپنے چچا کے سایہ میں گزاریں اور بعد میں جب نور رسالت جگمگا اٹھا تو خود چچا بھتیجے کے سائے میں چلنے لگا۔)

کیا کہنا اس نشو و نما کا کہ نبی کی تربیت کے ساتھ ساتھ اپنی روحانی منزلیں بھی طے ہو رہی ہیں۔

جوادیؔ

(ماخوذ از کتاب ''ابوطالبؑ، مومن قریش'')

عرض مترجم

اس سال (۱۴۳۱ھ) کے آغاز پر کئی برسوں کی طرح عزاداری سید الشہداءؑ میں خدمت گزاری کے لئے اپنے پڑوسی ملک میں ایک بار پھر جانے کا اتفاق ہوا۔ دوران قیام ایک روز صاحب خانہ کے گھر میں ایک کتاب پر نظر پڑی، اور وہ کتاب، جناب ابو طالب علیہ السلام کے منظومات کا دیوان تھا۔ کتاب کھولی اور جو صفحہ سامنے کُھلا، بیٹھے بیٹھے اس صفحہ پر لکھے اشعار کی اردو میں قافیہ پیمائی کرنے لگا۔ کئی اشعار کا ترجمہ یونہی اسی کتاب کے حاشیہ پر لکھ لیا اور پھر جب انھیں باقاعدہ دیکھا تو خود مجھے ہی میرا ترجمہ بہت اچھا لگا، اور وہی وہ لمحہ تھا جس نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ کیوں نہ پورے کلام کا اردو میں منظوم ترجمہ کر ڈالا جائے۔

عام طور پر علماء و ذاکرین عظام کے لئے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایام عزا ان کے مصروف و مشغول ترین ایام ہوتے ہیں۔ لیکن میرا معاملہ کچھ اس کے برخلاف رہا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ فراغت کے ایام یہی لگتے ہیں کیونکہ چوبیس گھنٹے میں دو تین مجلسیں پڑھنا ہوتی ہیں اور بس! اور یہی فراغت میرے کام آئی اور میں نے اربعین حسینیؑ کے کچھ پہلے تک کے قیام کے دوران یہ کام مکمل کر لیا۔

جناب ابو طالبؑ کی ذات اور شخصیت کے مختلف رخ ہیں۔ یہاں پر میں ان کے مسلمان یا مومن ہونے کے دلائل نہ پیش کرونگا کیونکہ اولاً تو والد علام اعلی اللہ مقامہ کے ماخوذ مقدمہ میں یہ بحث پورے شرح و بسط کے ساتھ ذکر ہے اور ثانیاً میری ذاتی نظر

میں یہ معاملہ بدیہیات میں سے ہے اور بدیہیات میں بحث و جدل بے وجہ توانائیوں کو صَرف کرنا ہے۔

جناب ابوطالبؑ کی ایک حیثیت ان کا والئ کعبہ مکرمہ ہونا اور رئیس مکہ ہونا بھی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ دور خلیلؑ سے طلوع اسلام تک کبھی بھی مکہ کی زعامت اور کعبہ کی تولیت کسی جاہل، غیر مثقف اور بے تہذیب کے ہاتھوں میں نہیں تھی، اور یہ وہ عہدہ تھا جس کا اہتمام کفار و مشرکین بھی کیا کرتے تھے۔ اور جناب عبدالمطلبؑ (رسول خداؐ کے دادا) کے بعد یہ عہدہ جناب ابوطالبؑ کو بہ اتفاق تمام شعوب و قبائل مکہ و اطراف مکہ حاصل ہوا اور جناب ابوطالبؑ کے مقابلے میں کوئی اور اس منصب کا دعوہ دار نہ پیدا ہوا۔ اور ریاست و ولایت پر یہ اتفاق خود دلیل ہے کہ اس دور میں جناب ابوطالبؑ سے زیادہ پڑھا لکھا، سمجھدار، عقل و ہوش رکھنے والا، ادب شناس اور نپا تُلا فیصلہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔

جناب ابوطالبؑ کی شخصیت کا ایک اور اہم ترین رخ ان کی ادب نوازی اور ان کی شاعری ہے۔ جس زمانے میں جناب ابوطالبؑ سرزمین حجاز میں زندگی گزار رہے تھے وہ شاعری اور ادبی تفوّق کا دور تھا۔ مال و منال، جاہ و جلال، حسن و جمال کا تفوق ایک طرف اور علمی و ادبی عظمت و رفعت دوسری جانب! اور ان دونوں کے درمیان بھی زیادہ باعظمت صرف مال و منال رکھنے والا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ زیادہ عظیم وہ ہوتا تھا جو زیادہ بڑا ادیب اور شاعر ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے مالداروں کے تزکرے اتنے اہتمام کے ساتھ باقی نہیں رہ گئے جتنی اہمیت کے ساتھ شعراءِ سبعۂ معلقہ کا ذکر اور ان کے

کلاموں کو محفوظ رکھا گیا ہے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ شاعری میں مہارت زیادہ سے زیادہ کلام کہنے سے آتی ہے اور کہنہ مشق وہ شاعر نہیں ہو پاتا جو کبھی کبھی اشعار کہتا ہو بلکہ کلام میں فنی ہنر اور استادانہ رنگ اسی کے یہاں نظر آتا ہے جو مسلسل اور مستقل طبع آزمائی کرتا رہتا ہے۔

اس کے علاوہ، شعر ہمیشہ شاعر کی فکر، اس کے نظریات، اور اس کے متأثرہ حالات و ماحول کا غماز ہوتا ہے۔ عرفان و تصوف کی دنیا کی خاک چھاننے والا حالات حاضرہ پر اشعار نہیں کہتا، رنگینیٔ دنیا سے لطف اندوزی کرنے والا ہمیشہ عشق مجازی اور رنگ و غازہ کے دائرہ ہی میں محدود رہتا ہے۔ اپنے غموں پر غم شہداء کو ترجیح دینے والا شاعر نوحہ، مسدس، سلام اور مرثیہ کہتا ہے۔ غرض جو شاعر جس مزاج کا ہوتا ہے، اس کے اشعار اس کے مزاج و افکار کی ترجمانی خود کر دیتے ہیں۔

جناب ابو طالبؑ کا دور، دنیا داروں کے لئے جنگ و جدال کا دور، حسن و جمال پر فریفتگی کا دور اور مادی تفوق کا عہد تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کے زمانے کے شعراء کا عمومی موضوع جنگ و جدال، حسن و جمال، مال و منال اور قیل و قال ہوا کرتا تھا۔

لیکن اس کے باوجود کہ جناب ابو طالبؑ اس عہد کے پیشہ ور شاعر نہ تھے اور ہمیشہ بے مقصد شاعری کی خام خیالی کی خاک نہیں چھانا کرتے تھے، ان کے کلام میں وہ پختگی اور وہ تسلط نظر آتا ہے جو عام طور سے کہنہ مشق شاعر اور استاد فن کے علاوہ کسی کے یہاں نظر نہیں آتا۔ اور دوسری جانب اس طرح کے مادی ماحول میں رہنے اور مکملاً دنیا دار عہد میں زندگی گزارنے کے باوجود ان کے اشعار میں نہ دنیاوی رنگ و بو ہے اور نہ ہی

بیہودہ لہو ولعب، نہ ہی مارکاٹ کا ذکر ہے اور نہ تفاخر وتکبر کا بیان! بلکہ ایک غضب کی سنجیدگی اور متانت ہے جو لفظ لفظ میں موجزن ہے۔ حق اور حق پرستی کا بیان، الوہیت و وحدانیت جیسے سنجیدہ نظریات کا ذکر، خالق و مالک کا تصور، رسالت ونبوت کی عظمتوں کا اقرار، عبادات کا تذکرہ، قیامت اور اس کے موازین کی تبیین اور تحفظ رسالت الٰہیہ جیسے موضوعات جناب ابوطالبؑ کی شاعری کے مطالب ہیں۔ اور ظاہر سی بات ہے کہ ان موضوعات ومطالب کو نظم کرنے والا کس ماحول میں زندگی گزار رہا ہوگا اور کن نظریات کا حامل ہوگا یہ اس کے اشعار خود بول رہے ہیں۔

اب ذرا سا ذکر اس دیوان کے رجمہ کے سلسلہ میں بھی کرنا ضروری ہے جس کا آغاز یہاں سے کیا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ جب تک حقیر نے یہ کام شروع نہیں کیا تھا مجھے قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ عربی نثر کا ترجمہ کرنے اور عربی نظم کا ترجمہ کرنے میں کتنا فرق ہے۔

مشکل یہاں پر پیش آتی ہے کہ عربی میں قافیہ کا معیار صرف الفاظ رہونے والی حرکت اور سکون یعنی اعراب پر ہوتا ہے جس کی بنا پر ''قول'' کا قافیہ ''نیل'' بھی آسکتا ہے لیکن اردو میں یہ انداز نہ صرف غیر فصیح بلکہ غلط تصور کیا جاہے۔ اس کے علاوہ عربی میں شعر کے دونوں مصرعوں کا جدا جدا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ پہلے مصرعہ کا آدھا لفظ دوسرے مصرعہ میں بھی لایا جاسکتا ہے، جیسے ''فیکم'' کا ''فی'' پہلے مصرعہ میں ہو اور ''کم'' دوسرے مصرعہ میں آجائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تیسرے یہ بھی کہ اردو میں قافیہ کے بعد ردیف بھی ہوتی ہے اور عربی میں اشعار صرف وقوافی پر ہی تمام ہوجاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

تیسرا مرحلہ کتاب کی ترتیب کے بعد اس کی طباعت اور نشر ہونے کا ہے اور اس

سلسلہ میں میں بس اتنا ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ والد علام اعلیٰ اللہ مقامہ، نے اپنی بیشتر کتابوں کے مقدموں میں کتاب کی طباعت کی مشکلات کا ذکر فرمایا ہے لیکن پہلے اس زحمت کا اندازہ نہیں ہوا کرتا تھا لیکن جب خود اس میدان میں قدم رکھا تو یہ مکمل اندازہ ہوا کہ کتاب لکھ لینا ہی سارا کام نہیں ہے بلکہ اس کے بعد اس کا شائع کرانا بھی اہم مرحلہ ہے۔ بلکہ لکھنا یا ترجمہ کرنا قدرے آسان ہے کیونکہ وہ کام خود کو کرنا ہوتا ہے اور شائع کروانا اس سے مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس میں دوسروں کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔

بہر حال اس مرحلہ پر بھی میری مدد خود جناب ابو طالبؑ اور ان کی اولاد طاہرین علیہم السلام نے فرمائی اور صرف ذرا سے تذکرہ پر میرے محترم دوست جناب حسنین عبدالحسین صاحب نے بڑی فراخدلی کے ساتھ اس کی ذمہ داری قبول کر لی اور یہ مرحلہ بھی سر ہو گیا۔

اب کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ ہی کو طے کرنا ہے کہ میں اپنی کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں۔

اگر کتاب میں کوئی خوبی نظر آئے تو مجھے اطلاع دینے کے بجائے توفیقات میں اضافہ کی دعا کیجئے گا لیکن اگر کوئی خامی نظر آجائے جو عام انسانوں کا خاصہ ہے، تو ضرور باخبر کیجئے گا تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔

میں شکر گزار ہوں والد علامؒ کی روح پاک کا، جو ہمیشہ میری راہنمائی کرتی رہتی ہے، اپنی والدہ کا جو ہر لمحہ ہم سب کے حق میں مجسم دعا بنی رہتی ہیں اور ہم کہیں بھی رہیں وہ اپنی دعاؤں کی شکل میں ہمارے ساتھ رہتی ہیں، اپنی اہلیہ کا جو گھریلو ذمہ داریوں سے بڑی

حدتک مجھے آزاد رکھتی ہیں اور میں اس طرح کے کاموں کے لئے وقت نکال پاتا ہوں، اور اپنے تمام رفقاء اور خیر خواہوں کا جن کی حوصلہ افزائیوں سے کچھ نہ کچھ کام کرتا رہتا ہوں۔

خدائے کریم ہم سب کو جناب ابو طالبؑ اور آل ابو طالبؑ کے ساتھ محشور فرمائے۔آمین

سید احسان حیدر جوادی، فہیم ابن کلیم الہ آبادی

۲۰؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ، میرا روڈ، ممبئی

(روز ولادت جناب فاطمہ زہراءؑ)



''ب'' کے قوافی

(۱)

قریش نے جب بائیکاٹ کر دیا اور جناب ابوطالبؑ، پیغمبر اسلامؐ اور خاندان بنی ہاشم کے لوگ شعب ابی طالبؑ میں محصور ہو گئے تو فرمایا:

تطاول لیلی بھم و صب
و دمع کسح السقاء السرب

نہیں رنج و کلفت سے آنکھوں میں خواب
اور آنسو! بہے مشک سے جیسے آب

للعب قصی باحلامھا
و ھل یرجع الحلم بعد اللعب

قُصَی زادوں کے ذہن میں یہ رہے
نہیں عقل و دانش، پسِ لہو و لعب

ونفی قصی بنی ھاشم
کنفی الطھات لطاف الخشب

کِیا ہاشمیّوں کو ایسے الگ
کہ تنّور کی جیسی لکڑی خراب

وقول لاحمد: انت امرء
خلوف الحدیث، ضعیف السبب

یہ احمدؐ سے کہتے ہیں: باتیں تری
ہیں بے وزن و بے ربط و بے آب و تاب

وان کان احمد قد جائهم
بحق ولم یاتهم بالکذب

اگرچہ محمدؐ کی باتیں سبھی
ہیں باقاعدہ با حساب و کتاب

علیٰ ان اخواننا وازروا
بنی هاشم و بنی مطلب

بنو ہاشم اور سب بنو مُطّلب
ہمارے ہیں بھائی اور ہیں ہم رکاب

هما اخوان کعظم الیمین
امرا علینا بعقد الکرب

یہ ہیں داہنے دست و بازو مرے
کہ کُھلتے ہیں جن سے سبھی بند باب

فیال قصی الم تخبروا
بما حل من شئون فی العرب

قُصَی زادو ! تم کو خبر کیا نہیں
عرب کے ہیں حالات کتنے خراب

فلا تمسکن بایدیکمو
بعید الانوف بعجب الذنب

نہ دو ہاتھ اُن لوگوں کے ہاتھ میں
جو بدبخت ہیں اور ہیں اہلِ عذاب

ورمتم باحمد ما رمتمو
علی الاصرات و قرب النسب

جو احمدؐ سے برتاؤ تم نے کِیا
کِیا کرتے ہیں کیا وہ ذو اقتراب؟

الام الام تلاقیتمو
بامر مزاح و حلم عزب؟

یہ کب تک ہدایت کو سمجھو گے تم
مزاح و مذاق و خیال اور خواب؟

زعمتم بانکم جیرة
وانکمو اخوة فی النسب

سمجھتے ہو اپنا پڑوسی اُسے
بتاتے ہو بھائی ہے میرا جناب!

فکیف تعادون ابنائه
واهل الديانة بيت الحسب

تو پھر ہے عداوت کی بنیاد کیا؟
کسی کا نسب میں ہے ایسا نصاب؟

فانا و من حج من راکب
وکعبة مکة ذات الحجب

فقط ہم نہیں ، بلکہ حجّاج سب
ہیں کعبہ سے وابستہ سب شیخ و شاب

تنالون احمد او تصطلوا
ظباة الرماح و حد القضب

ذرا سی بھی احمدؐ کو گر دی گزند
تو شمشیر و نیزہ ہے اُس کا جواب

و تعترفوا بین ابیاتکم
صدور العوالی و خیلا عصب

بھرے ہونگے لاشوں سے پھر گھر کے گھر
نہ راکب رہے گا ، نہ کوئی رکاب

اذ الخیل تجزع فی جریها
بسیر العنیق و حث الخبب

ہمارے تو گھوڑوں کی بس ٹاپ ہی
گرادے گی چہروں سے سب کے نقاب

تراهن من بین ضافی السبیب
قصیر الحزام طویل اللبب

وہ گھوڑے جو کچھ اِتنے چَوبند ہیں
کہ میداں میں ہوں موت کی آسیاب

و جرداء کالظبی سیموحة
طواها النقائع بعد الحلب

وہ گھوڑے کہ آہو کو سِکھلائیں جَست
وہ آہو کہ جن پر ہو تازہ شباب

علیہا کرام بنی ھاشم
ھم الانجبون مع المنتخب

سوار اُن پہ وہ ہاشمی ہونگے جو
دو عالم کے لوگوں میں ہیں انتخاب



(۲)

جناب ابوطالبؑ نے ایک اور موقع پر عبد الشمّس بن عبد مناف اور نوفل بن عبد مناف کے لوگوں کو اپنے اشعار میں مخصوص انداز سے مخاطب کر کے اُن کی حمیّت و غیرت کو للکارا ہے۔ اِن دونوں خاندانوں کے افراد حبشہ اور عراق کی طرف تجارتی قافلے لے کر جاتے تھے، اور مکہ میں بہت مالدار اور با اثر سمجھے جاتے تھے۔ جب اُن لوگوں کی طرف سے حضرت رسول خداؐ کی مخالفت بہت بڑھ گئی تو جناب ابوطالبؑ نے ایک نظم کے ذریعہ سے اُن کو مخاطب کیا، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

ایا اخوینا عبد شمس و نوفلا
اُعیذکما ان تبعثا بیننا حربا

اے عبدِ شمس و نوَفلِ قرشی کے دِلبرو
ڈرتا ہوں چھڑ نہ جائے کہیں ہم میں حَرب وضَرب



(۳)

جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، تو حضرت ابوطالبؑ نے وہاں کے بادشاہ 'نجاشی' کو لکھا کہ اِن مسلمانوں کا احترام کرنا اور اِن کی عزت و کرامت کا خیال کرنا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

لا لیت شعری کیف فی النائ جعفر
وعمرو و اعداء النبی الاقارب

کوئی حالِ جعفر بتائے تو صاحب!
کہے مجھ سے سرگرمیٔ عمروِ ناصب؟

ھل نال افعال النجاشی جعفرا
واصحابه او عاق ذلك شاغب

نجاشی نے جعفر سے کی خوش سلوکی
رکاوٹ بنا یا وہ بد بخت و غاصب

تعلم ابیت اللعن انك ماجد
کریم فلا یشقی لدیك المجانب

نجاشی سمجھ لے: کہ تو محترم ہے
کرم نیک لوگوں پہ ہوتا ہے واجب

علم بان الله زادك بسطة
وافعال خیر کلها بك لازب

خدا نے نوازا تجھے سلطنت سے
تو تیرے لئے خیر ہی ہے مناسب

وانک فیض ذو سحال عزیزۃ
بلا شک ہے توٗ ایسا فیّاض جس سے

ینال الاعادی نفعھا و الاقارب
نوازے گئے سب عدو و اقارب



(۴)

ایک اور موقع پر جناب ابوطالبؑ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف (میں ایک قصیدہ کہا جس کے ایک شعر) میں فرماتے ہیں:

نت الرسول رسول الله نعلمه
علیك نزل من ذی العزة الكتب

تم پیمبر ، پیمبرِ برحق
تم پہ نازل ہوئی خدا کی کتاب



(۵)

ایک اور شعر میں اِس حقیقت کا اظہار فرماتے ہیں کہ (میں نبی کریمؐ کی مدد و نصرت اور اُن کے تمام مخالفین سے بھرپور مقابلہ کرنے کی پوری) صلاحیت و طاقت رکھتا ہوں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

بکیت اخاً لاواء بحمد یومه
کریم رؤوس الدارعین ضروب

یاد کرتا ہوں اخو لاواء کو جب، روتی ہے آنکھ
ہوں کرم کے ساتھ ہی میں واقفِ ہر حرب وضرب



(٦)

''عبد شمس'' کی اولاد (بنی امیہ، جنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین اسلام کی مخالفت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا، اور طرح طرح سے حضور اکرمؐ اور اُن کا ساتھ دینے والوں کو اذیت پہونچاتے رہتے تھے) اُن کو سرزنش کرتے ہوئے جناب ابوطالبؑ فرماتے ہیں:

ماکنت اخشیٰ ان یریٰ الذل فیکمو
بنی عبد شمس جیرتی و اقارب

اے عبدِ شمس کے بیٹو! مجھے یہ خوف لاحق ہے
اگر چہ تم پڑوسی ہو مرے، میرے اقارب ہو

جمیعاً فلا زالت علیکم عظیمۃ
تعم و تدعو اھلھا بالجباجب

کہ تم سب پر وہ ذلت اور وہ رسوائی نہ آجائے
کہ جس کا کوئی دافع ہو، نہ جس کا کوئی حاجب ہو

اراکم جمیعاً خاذلین فذاھب
عن النصر منا اوغو متجانب

نظارہ کر رہا ہوں تم پہ اُس شرمندگی کا مَیں
نہ جس پر کوئی ناصر ہو، نہ جس پر کوئی حاجب ہو

(۷)

ابوالعباس مبرد کہتے ہیں: مجھ سے ابن عائشہ نامی شخص نے بیان کیا، کہ ایک روز جناب ابوطالبؑ ایک ایسی جگہ سے گذرے جہاں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور اُن کی داہنی جانب حضرت علیؑ کھڑے تھے۔ یہ دیکھ کر جناب ابوطالبؑ نے اپنے بیٹے جناب جعفر طیارؑ سے فرمایا کہ: ''تم بھی جاؤ اور رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھو''۔

اسکے بعد جناب ابوطالبؑ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

ان علیاً و جعفراً ثقتی
عند احترام الامور و الکرب

معتمد بس علیؑ و جعفرؑ ہیں
کوئی افتاد و رنج و تعب ہو جب

اراھما عرضة اللقاء اذا
سامیت او انتمی الیٰ حسب

ہے یقیں کام میرے آئیں گے
دادزن ہونگے جب شرف و حسب

لا تخذلا و انصرا ابن عمکما
اخی لامی من بینھم و ابی

بے جھجک دونوں نصرتیں کرنا
یہ ہے بھائی بہ سمت اُمّ و اَب

والله لا اخـــــــــذل و لا بخدا ہے نبی کے ساتھ میں وہ
یخذلہ من بنی ذو حسب فرد ہے جو بھی با حسب و نسب



(۸)

حضرت عبدالمطلبؑ کی زندگی میں ہی، جبکہ ابھی حضور اکرمؐ بہت کمسن تھے، ایک راہب نے جناب ابوطالبؑ کے سامنے نبی اکرمؐ کی تعریف وتوصیف کی (تو اُسی وقت سے جناب ابوطالبؑ نے طے کرلیا کہ میں اُنکی مدد ونصرت اور تائید وحمایت میں جان کی بازی لگادونگا۔

چنانچہ جب، جناب ابوطالبؑ سے اُن کے پدر بزرگوار نے فرمایا کہ:
"میرے پوتے (حضرت محمد مصطفیؐ) کا پورا خیال رکھنا") تو جناب ابوطالبؑ نے اپنے پدر بزرگوار کے سامنے ایک پُر جوش نظم پیش کی، جس میں فرمایا:

لا توصنی بلازم و واجب
انی سمعت اعجب العجائب

نہ کچھ بھی کہیں، یہ ہے خود مجھ پہ واجب
میں اِس کے سُنے ہوں: عجائب، غرائب

من کل حبر و کاتب
بان یحمد الله قول الراهب

گوہ ہیں کتابوں کے عالم و کاتب
ہے حمدِ خدا! اُنمیں اقوالِ راہب



(۹)

مکۂ معظّمہ میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار ومشرکین اور اُن کے خودساختہ معبودوں کے خلاف بلند آہنگ سے آواز بلند کی، جس کے نتیجہ میں مشرکین مکہ کی نیندیں حرام ہونے لگیں، تو وہ سب مِل کر حضرت ابوطالبؑ کی خدمت میں آئے اور پیش کش کی کہ:

''آپ ہمارے کسی خوبصورت، تن ومند، لایق وفائق، مالدار نوجوان کو لے کر، اُس کے بدلے آنحضرتؐ کو ہمارے سپُرد کردیں''۔ اُن کی یہ مُہمل اور لغو پیش کش سُن کر جناب ابوطالبؑ نے اُن سب کو دُھتکار دیا اور پورے جاہ وجلال کے ساتھ ایک قصیدہ حضور اکرمؐ کی شان میں کہا، جس کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

یقولون لی: دع نصر من جاء بالھدی	مجھ سے کہتے ہیں کہ: میں اُس کی حمایت نہ کروں
وغالب لنا غُلاب کلا مغالب	جبکہ وہ عینِ ہدایت، مَیں ہدایت طالب!
وسلم الینا احمداً واکفلن لنا	اور کہتے ہیں کہ: احمدؐ کو اُنھیں مَیں دے دوں
بنیًا، ولا تحفل بقول المعانب	اور مَیں اُن کا پسر پالوں کہ جو ہیں ناصب

فقلتُ لهم: اللّٰه ربی و ناصری
علیٰ کلا باغ من لوئ بن غالب

مَیں یہ کہتا ہوں کہ: اللہ ہے ربّ و ناصر
کوئی دشمن بھی ہو، چاہے ہو لوئ بن غالب



(۱۰)

آپ کے والد بزرگوار حضرت عبدالمطلبؑ نے یہ نذر مانی تھی کہ پروردگار عالم نے اگر اُنھیں دس بیٹے عطا فرمائے، تو اللہ کی بارگاہ میں ایک بیٹے کی قربانی پیش کریں گے۔ چنانچہ آپ کو نذر کے مطابق دس بیٹے نصیب ہوئے جس کے بعد جناب عبدالمطلبؑ نے اپنی نذر پوری کرنے کے لئے قرعہ اندازی کے بعد جناب عبداللہؑ کو خدا کی راہ میں پیش کرنا چاہا تو جناب ابوطالبؑ نے (اُس موقع پر ایک نظم کہی تھی، جس کے چند مصرعے یہ تھے:

کلّا و رب البیت ذی الانصاب ما ذبح عبد الله بالتلعاب

ربّ کعبہ کی قسم عالی جناب ذبحِ عبد اللہ نہیں ہے لہو و لعب

یا شیب ان الریح ذو عقاب ان لنا جرۃً فی الخطاب

آندھیاں آئیں گی، آئے گا عذاب عظمتِ قومی کی، سَرکے گی نقاب

اِخوان صِدق کلیوث الغاب

نانھیالی بھی ہیں شیرانِ عقاب



(۱۱)

''شعب ابی طالبؑ''

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان رسالت کے بعد، قریش کی مخالفت میں روز بہ روز اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ اُن لوگوں نے آپس میں ایک بہت بڑا معاہدہ کیا جس کے مطابق پورے خاندان بنی ہاشمؑ اور خاص طور سے جناب ابوطالبؑ اور اُن سے وابستہ افراد کا مکمل بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا گیا، اور حضور اکرمؐ اور اُن کے سچے چاہنے والے ہر طرف سے خطرات سے گھر گئے، تو جناب ابوطالبؑ نے ''شعب ابی طالبؑ'' میں پناہ لی۔ وہاں بھی آپ کو اندیشے لاحق رہتے تھے کہ کہیں دشمن جاسوسی کر کے ''حضور اکرمؐ'' کے سونے کی جگہ معلوم نہ کر لیں، اور خدانخواستہ شب خون مارنے کی کوشش نہ کریں:

چنانچہ جناب ابوطالبؑ کو معمول تھا کہ اکثر حضور اکرمؐ کے سونے کی جگہیں تبدیل کر دیا کرتے تھے (تاکہ اگر دشمن شب خون مارے تو ابوطالبؑ کا بیٹا قربان ہو جائے اور حضور اکرمؐ کی جان بچ جائے) اِس سلسلہ میں اپنے فرزند سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے۔

اصبرنَّ یا بنیَّ فالصبر احجیٰ
کلُّ حیٍّ مصیرہ لشعوب

اے میرے نورِ نظر صبر کرو، صبر وشکیب
موت کی فکر نہیں، موت تو ہے سب کا نصیب

قد بلی الصبر البلاء شدید
لفداء الحبیب و ابن الحبیب

امتحاں صبر کا مشکل تو بہت ہے، لیکن
صرف اِک ہم ہیں فدا کارِ حبیب ابن حبیب

النبیّ الاغرّ ذی الحسب الثّا
قبِ و الباع و الکریم النجیب

اُس نبیؐ کے ہیں فدائی، کہ بہ شان ورفعت
نہ کوئی اُس سا کریم، اور نہ کوئی اُس سا حسیب

انُ تصبك المنون فالنبل تتری
فمصیب منها و غیر مصیب

اور اِس راہ میں گر موت بھی آئے تو کیا؟
موت کے تیر تو رہتے ہیں سدا ہم سے قریب

کلّ حیّ و ان تَمَلّیٰ لِعمر
اٰخذ من مذقها بنصیب

جو بھی زندہ ہے، اُسے موت ہے آنا اک دن
حق پہ آجائے جسے، اچھا ہے بس اُس کا نصیب



(۱۲)

آپ کے رجزیہ کلام کا ایک حصہ

(اہلِ عرب کا معمول تھا کہ معرکہ کارزار گرم ہو، یا دشمن سے مقابلے کی منزل ہو ،یا کوئی ایسی صورت حال ہو جس میں کسی وقت بھی دشمن کا سامنا کرنا پڑ جائے ،تو بے اختیار اُنکی زبان پر کچھ جملے آجاتے تھے۔ جیسے جناب امیر المومنینؑ نے جنگ خندق وخیبر میں عمرو بن عبدود اور مرحب وغیرہ کے مقابلے پر اشعار پڑھے ، یا جیسے جناب عباسؑ علمدار نے ،میدان کربلا میں مشکیزہ لے کر نہر فرات کی طرف جاتے ہوئے ،فوج یزیدی کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ اشعار پڑھے تھے۔ اُن اشعار کو ''رجز'' کہا جاتا ہے۔ اور اُن اشعار میں عموماً اپنی شجاعت وجواں مردی ،موت سے لاپروائی ، خاندانی عظمت ، یا اپنے کسی ایسے محترم شخص کا بھی ذکر ہوتا ہے جس کو دشمن نقصان پہونچانا چاہتے ہوں)

چنانچہ فرماتے ہیں:

یا ربّ اما تخرجن طالبی
فی مقنب من تلکم المقانب

قسم ہے کہ بس حق کے ہم ہی ہیں طالب
مقابل ہو سختی ، لگے ہم کو جالب

فلیکن المغلوب غیر غالب
ولیکن المسلوب غیر سالب

نہ جیتو گے ہم سے ، تمہیں ہار ہو گی
کہ میداں میں بس ہم ہی ہوتے ہیں غالب



(۱۳)

''مقاطعۂ قریش''

سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ بہت تفصیل کے ساتھ درج ہے کہ: جب قریش کے قبائل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور اُن کے اہل خاندان کا بائیکاٹ کیا تھا، تو آپس میں ایک معاہدہ بھی کیا تھا جس کا حلف نامہ اُنھوں نے خانۂ کعبہ کے اندر آویزاں کیا تھا۔ جس کے حضور اکرمؐ ''شعب ابی طالبؑ'' میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے، اور جناب ابوطالبؑ اور اُن کے فرزندانِ گرامی آپ کے لئے فداکاری وجاں نثاری کے عظیم ابواب رقم کررہے تھے۔ جب شعب ابی طالبؑ میں ایک مدت گذر گئی تو ایک روز حضور اکرمؐ نے جناب ابوطالبؑ سے فرمایا کہ: ''کفار قریش نے جو حلف نامہ لکھ کر خانۂ کعبہ میں آویزاں کیا تھا، اُس پورے حلف نامہ کے کاغذ کو دیمک نے کھالیا ہے، صرف ایک جگہ جہاں لفظ ''اللہ'' لکھا تھا وہ باقی رہ گیا ہے۔''

جناب ابوطالبؑ نے قریش کے پاس پورے جوش وجذبہ سے فرمایا کہ ''تم چاہو تو میرے بھتیجے کی سچائی کو ایک بار پھر آزمالو، حلف نامہ کھول کر دیکھو، اُس میں صرف ''اللہ'' کا نام باقی ہے، اس کے علاوہ جو کچھ تھا، اُسے دیمک کھا گئی''۔ کفار قریش نے ابتداء تو اِس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی، لیکن جب حضرت ابوطالبؑ نے زور دیا، تو اُن لوگوں نے خانہ کعبہ کو کھولا اور وہ حلف نامہ نکالا تو حضور اکرمؐ کے فرمان کے عین مطابق اُس

میں صرف لفظ ''اللہ'' باقی تھا اور اُس کے علاوہ پوری عبارت کو دیمک کھا چکی تھی۔ جس کے بعد جناب ابوطالبؑ نے اپنی پوری بصیرت کو استعمال کرتے ہوئے قریش کو مجبور کیا کہ وہ بائیکاٹ ختم کریں۔ جب بائیکاٹ ختم ہوگیا، تو حضرت ابوطالبؑ نے مفصل قصیدہ حضور اکرمؐ کی شان میں کہہ کر لوگوں کو سنایا، جس میں اُس حلف نامہ کا بھی تذکرہ ہے اور لفظ ''اللہ'' کے باقی رہ جانے اور باقی پورے کاغذ کو دیمک کے کھا جانے کا ذکر بھی۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

الا من لھمّ آخر اللیل منصب
وشعب العصا من قومك المتشعّب

اِسی فکر میں آگئی آخرِ شب
کہ تقسیم ٹکڑوں میں ملّت ہوئی سب

وحربی اراھا من لوئ بن غالب
متیٰ ما تزاحمھا الصحیحۃ لحرب

لوئ ابن غالب کا سارا گھرانا
ہوا فکرِ بے کار میں نامہذّب

اذا قائم فی القوم قام بخطّۃ
اقاموا جمیعاً ثمّ صاحوا و اجلبوا

اُٹھا حق کی دعوت کا جب دینے والا
تو چیخے سبھی مِل کے اک ساتھ بے ڈھب

وما ذنب من یدعو الیٰ اللہ وحدہ
ودین قدیم اھلہ غیر خیّب؟

خدا کی طرف کیا بُلانا گنہ ہے؟
ہے کیا معصیت دعوتِ مذہبِ رب؟

و ما ظلم من یدعو الیٰ البرّ و التقیٰ
ورأب الشای فی یوم لا حین متعَب؟

جو نیکی و تقویٰ کی جانب بلائے
ستم اُس پہ! تم ہو بدی میں گئے دَب

و قد جرّبوا فیما مضیٰ غبّ امرهم
و ما عالم امراً کمن لم یجرّب

نہ بے تجرباؤں سی حرکت کرو تم
بدی اور نیکی کے تم ہو مجرّب

و قد کان فی امر الصحیفة غبرةً
اتاك بها من عائب متعصّب

حلف نامہ تم نے جو لکّھا تھا باہم
ذرا اُس میں دیکھوتو دیمک کا کرتب

محا اللّٰهُ منها کفرهم و عقوقهم
و ما نقموا من صادق القول منجب

خدا نے مٹا ڈالا سب حرفِ باطل
رہا حرفِ حق ، لفظِ "اللہ" انجب

فاصبح ما قالوا من الامر باطلا
و من یختلق ما لیس بالحق یکذب

نمایاں ہوا سب پہ بطلانِ باطل
کُھلا، کیا ہے حق اور ہے کون اکذب

فامسیٰ ابن عبد اللّٰہ فینا مصدقاً
علیٰ ساخطٍ من قومنا غیر معتب

پسر میرے بھائی کا سچّا رہا ہے
لِیا قوم نے امتحاں اُس کا جب جب

فلا تحسبونا خاذلین محمداً
لذی غربۃٍ منّا ولا متقرب

محمدؐ کی تذلیل ، مت سوچنا بھی
وہ تنہا نہیں ! ہے ہمارا مقرّب

ستمنعہ منّا ید ھاشمیّۃ
مرکّبھا فی المجد خیر مرکّب

ہیں سب ہاشمی قوّتیں ساتھ اُس کے
وہ مجد وکرم میں ہے سب سے مؤدّب

وینصرہ اللّٰہ الذی ھو ربّہ
باھل العقیر او بسکّان یثرب

وہ اللہ جو رب ہے، نصرت کرے گا
مدد دیں گے بحرین ، اور اہلِ یثرب

فلا والذی یخدیٰ لہ کلّ مُرتَمٍ
طلیحٍ بجنبی نخلۃ فالمحصب

قسم ربِّ کعبہ کی ، سچی قسم ہے
جھکیں گے سبھی دشت وصحرا ، محصّب

یـميناً صدقنا اللہ فیھا و لم نکُن لـنحلفَ بُطلاً بالعتیق المُحجّب	خدا سچ کرے گا ہماری قسم کو قسم جھوٹی کھانا نہیں اپنا مشرب
نـفارقـه حتّیٰ تُصرّعَ حَولَه و مـا بال تکذیب النّبیّ المقرّب؟	نہ ہم جیتے جی ساتھ چھوڑیں گے اُس کا نہ جھٹلائیں گے ہم نبیؐ مقرّب
فیا قـومنـا لا تـظلمونا فانّنا متیٰ ما نخف ظلم العثیرة نغضب	کرو ظلم مت ہم پہ ، اے قوم والو غنیمت ہے جب تک ، ہلائیں نہ ہم لب
و کُفُّوا الیکم من فضول حلومِکم و لا تذھبوا من رایکم کلّ مَلھب	نہ بے کار و بے فائدہ خواب دیکھو نہ حیران ہو تم ، بہ افکارِ بے ڈھب
و لا تبدؤونا بالظلامة و الأذیٰ فنجزیکمو ضعفاً مع الامّ وَ الأب	اگر پہل کی ہم پہ ظلم و ستم کی تو چکّھو گے دُہرا مزا ، مِنْ اُم و اَب

☆☆☆☆☆

(۱۴)

ایک اور موقع پر حضرت ابو طالبؑ نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثناء کرتے ہوئے، اور قریش کے لوگوں کو اُن کی مخالفت وعداوت سے روکتے ہوئے فرمایا:

الا ابلغا عنّی علیٰ ذات بیننا لُوَیّاً و خُصا من لُوَیّ بنی کعب	سُن لیں یہ پیغام رشتہ دار سب لوی کے بیٹے اور ابنائے کعَب
الم تعلموا انّا وجدنا محمداً نبیّا کموسیٰ خُطّ فی اوّل الکتب	یاد رکھو ! ہیں محمدؐ بھی نبی جس طرح موسیٰ تھے بر طِبقِ کتُب
و انّ علیہ فی العباد محبۃً ولا خیر ممن خصّہ اللّٰہ بالحب	بندگانِ حق کریں گے اُس سے اُنس کیا ہیں بندے، ہے خدا اُس کا مُحب
و ان الذی الصقتموا من کتابکم لکم کائن نخساً کراغیّۃ السقب	عہد نامہ جو لکھا ہے ، جان لو قومِ صالحؑ کا ہی پاؤ گے غضب

افیقوا افیقوا قبل ان تحفر الثریٰ
و یُصبح من لم یجن ذنباً کذِی الذنب

اُٹھو اِس سے قبل کہ قبریں کُھدیں
اور کچھ آسیب دیکھیں بے سبب

و لا تتبعوا امر الوشاۃ و تقطعوا
او اصرنا بعد المودّۃ و القرب

مت چغلخوروں کی باتوں کو سُنو
ہے تعلّق توڑنا سوءِ ادب

و تستجلبوا حرباً عواناً ع رُبّما
امَرّ علیٰ ذاقہ جلب الحرب

معرکہ کی آگ روشن مت کرو
ورنہ اُس میں پھر جلیں گے سب کے سب

فلسنا و رب البیت نسلم احمداً
لعزّاء من عضّ الزمان و لا کرب

ہے قسم احمدؐ کو چھوڑیں گے نہ ہم
چاہے ہم رنج و الم میں جائیں دَب

و لمّا تبن منا و منکم سوالف
و اید اترّت بالقساسیّۃ الشھب

جب کبھی ہم میں چھڑے گا معرکہ
دست و گردن کے لگیں گے ڈھیر تب

بمعترک ضنکٍ تری کسر القنا
بہ و النسور الطغم یعکفن کالشرب

نیزہ و شمشیر ٹکرائے اگر
ڈھول چاٹیں گے پہلوانوں کے لَب

کانّ صھال الخیل فی حجراته
ومعمعة الابطال معرکة الحرب

کانپے گا گھوڑوں کی آوازوں سے رَن
سَر نہ گِن پائیں گے اپنے ، بدحسب

الیس ابونا ھاشم شدّ ازره
واوصیٰ بنیه بالطعان و بالضرب

یاد رکّھو ! دادا ہاشمؑ نے ہمیں
فنِّ حرب و ضرب بخشے منتخب

ولسنا نمل الحرب حتیٰ تملّنا
وتشتکی ما قد یتوب من النکب

جنگ تھک جائے تو تھک جائے مگر
جنگ میں تھکتا نہیں اپنا غضب

ولٰکنّنا اھل الحفائظ و النهیٰ
اذا طار ارواح الکماة من الرعب

زندگی کے سخت تر حالات میں
صرف ہم رہتے ہیں تنہا با ادب



''ت'' کے قوافی

(۱۵)

(آپ کے ایک بھائی جن کا نام) ''زبیر بن عبد المطلب'' تھا، وہ جناب ابوطالبؑ کی زندگی ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئے، جس سے آپ کو بہت صدمہ پہونچا، تو آپ نے اُن کے حالات پر مشتمل (اور جدائی پر) مرثیہ لکھا جس کے چند اشعار قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں):

اسُبلت عبرةٌ علیٰ الوجنات
قد مَرتُها عظیمة الحسرات

کیوں نہ اشکوں کی یوں رواں ہو فرات
سخت تر غم ہے، امتحانِ ممات

لأخٍ سیّدٍ نجیب لقَرم
سیّدٍ فی الذریٰ من السادات

ایسا بھائی جو خاندان میں فرد
جس کی ہوں سیّد و نجیب صفات

سیّد و ابن سادةٍ احرزوا المج
بدَ قدیماً و شیّدوا المَکرمات

سلسلہ جس کا، سب کا سب سیّد
قصرِ عظمت بنا ہے جس کے ہات

جعل اللہ مجدہ ع علا ہدب
ببفی بنیہ نجابۃ و البنات

جس کو عظمت خدا نے یہ بخشی
بیٹے طیّب تو طیّبات بنات

من بنی ھاشم عبد مناف
و قُصیّ ارباب اھل الحیاۃ

بنی ہاشم ، قُصَی ، عبدِ مناف
اُن کے بیٹے ، نمونہ جن کی حیات

حیثھم سیّد لِاحیاءِ ذا الخل
قِ و من مّات سیّد الاموات

ذکر زندوں کا ہو کہ مُردوں کا
اِن کے زیرِ نگیں ہیں دونوں جہات



(۱۶)

جناب ابوطالبؑ نے جب یہ دیکھا کہ کفار و مشرکین کی طرف سے رسول اکرمؐ کی مخالفت میں روز بہ روز شدت پیدا ہوتی جارہی ہے، تو آپ نے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو ہر وقت چوکنا اور بیدار رہنے کی مسلسل تاکید کرنا شروع کردی، اور حضرت رسول خداؐ سے فرمایا کہ آپؐ اسی جوش و جذبہ کے ساتھ تبلیغ دین کے فریضہ کو انجام دیتے رہیے، کیونکہ اگر کوئی بھی معرکہ پیش آیا تو آپؐ کی حفاظت میں، میں اپنی بھی جان کی بازی لگادوں گا اور اپنے خاندان کی بھی، چنانچہ اِس سلسلہ میں آپ نے جو نظم کہی ہے اُس کے چند اشعار حاضر ہیں:

لا یمنعنّك من حقّ تقوم به
ایدٍ تصول و لا سلق باصوات

نہ روک پائیں گے یہ لوگ حق کی کوئی بات
وہ زورِ بازو سے ہو یا بہ زورِ بد کلمات

فانّ کفّك کفیً ان منیتَ بهم
و دون نفسك نفسی فی الملمات

تمہارے ہاتھ میں ہے میرے ہاتھ کی قوّت
فدا ہے جان بھی تم پر، اگر ہوں یہ حالات

☆☆☆☆☆

''د'' کے قوافی

(۱۷)

جناب ابو طالبؑ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار کے نام جن کی کنیّت ''ابوارویٰ'' تھی، کو ایک نظم لکھ کر بھیجی، جس میں اُن کو ترغیب دی ہے اور تاکید کی ہے کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و نصرت کریں، اُس نظم کے چند اشعار یہ ہیں:

اعلم ابا اروىٰ بانّك ماجد
من صلب شيبةً فانصرنَّ محمداً

ابو ارویٰ! شیبہ کے گھر میں ہو امجد
لہٰذا بنو جاں نثارِ محمدؐ

للّٰہِ درّك ان عرفت مكانه
فى قومه و وهبت من له يداً

کرے خیر اللہ! دو ساتھ اُس کا
فضائل میں جو قوم بھر میں ہے ارشد

امّا علىٌّ فاربته امّه
و نشا علىٰ مقةٍ له و تزيّدا

علیؑ کو تو پالا ہے یوں اُن کی ماں نے
کہ الفت سدا ہوتی رہتی ہے زاید

سرف القيامة و المعاد بنصره
و بعاجل الدنيا يحوز السؤددا

قیامت میں تو عظمتیں پائیں گے ہی
فضائل کی دنیا میں بھی زیبِ مسند

اكرمُ بمن يقضى اليه بامره
نفساً اذا عد النفوس و محتدا

کرم دیکھو! جاں کی لگا دی ہے بازی
کہا جائے گا بس یہ نفسِ محمدؐ

و خداعا شرفت بمجد نصابه
يكفيك منه اليوم ما ترجو غداً

شرف اور جلالت میں اُس جا ہے فائز
نہ پہونچے گا جس جا کوئی تا بہ مرقد



(۱۸)

اس بات کا پہلے بھی ذکر گذر چکا ہے کہ کفار و مشرکین مکہ نے حضور اکرمؐ اور خاندان بنی ہاشمؑ کا جب بائیکاٹ کیا تو جناب ابوطالبؑ نے آنحضرتؐ کی حفاظت کے خیال سے خاندان کے لوگوں کے ساتھ ''شعب ابی طالبؑ'' میں زندگی گذارنی شروع کر دی، انتہائی سخت حالات سے سب لوگوں کو گذرنا پڑا، اور پیغمبر اکرمؐ اور خاندان بنی ہاشمؑ کے لوگوں کو نہ جانے کتنی راتیں فاقوں کے ساتھ گذارنی پڑیں۔ جب ایک عرصہ گذرا، تو ایک روز پیغمبر اکرمؐ نے جناب ابوطالبؑ کو بتایا کہ قریش نے ہم لوگوں کے بائیکاٹ کے سلسلہ میں جو تحریر خانۂ کعبہ کے اندر آویزاں کی تھی، خدا کے فضل و کرم سے ایک دیمک، اُس پوری دستاویز کو چاٹ گئی ہے، صرف لفظ ''اللہ'' باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ جناب ابوطالبؑ نے یہ بات سرداران قریش کو بتائی اور کہا کہ دیکھو، میرے بھتیجے کی عظمت اور خدا کی نگاہوں میں اُس کی محبوبیت، کہ تم نے جو دستاویز مرتب کی، اور اُن کا بائیکاٹ کیا، تو قدرت نے وہ دستاویز ہی ختم کرا دی۔ اب تو میرے بھتیجے کی سچائی کا اعتراف کرو۔ یہ سُن کر سرداران قریش میں ایک بیچینی پھیل گئی، بحث مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ خانۂ کعبہ کے اندر جا کر اُس دستاویز کا حشر دیکھا جائے۔ چنانچہ جب وہ لوگ اندر گئے، اور جیسا کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تھا، ویسا ہی نظر آیا، تو اُن میں اختلاف ہو گیا کہ اب بھی بائیکاٹ جاری رکھا جائے یا ختم کر دیا جائے۔

لیکن یہاں بھی جناب ابوطالبؑ کی بصیرت اور جدوجہد کام آئی، اور سرداران

قریش، بہت ردوکد کے بعد، بائیکاٹ ختم کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد یہاں کے حالات کی سنگینی کی وجہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرچکی تھی۔ جناب ابوطالبؑ نے اس موقع پر ایک نظم کہی، جس میں دستاویز کی بربادی اور بائیکاٹ کے ختم ہوجانے کی خوشی میں، حبشہ کی طرف ہجرت کرجانے والے مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے:

اَلا هَل اتیٰ بحریّنا صُنعُ ربّنا
علیٰ نأیهِم ، واللّٰه بالنّاس ارود؟

ہے خبر اُن کو جو حبشہ میں ہیں افراد، سعید
لطفِ خالق کی، کہ وہ ہے ہی کریم اور رشید

فیُخبرهُم انّ الصحیفة مزقتْ
و انّ کلُّ ما لم یرضه اللّٰه مفسد

اُن کو بتلا دو کہ تحریرِ جفا ختم ہوئی
جس سے اللہ تھا ناخوش وہ ہوا عہد، پلید

تراوحها افكٌ و سحر مجمّع
ولم یلف سحراً اٰخر الدّهر یصعد

سحر و بہتان و عداوت کی مرکّب تحریر
کب تلک چلتی کہ جادو کو بقا، امرِ بعید

تداعی لها مَن فیها بقرقر
فطائرها فی رأسها یتردّد

سارے اشرار نے آپس میں بڑا شور کیا
پر ہزیمت ہی ہوئی، دیکھی نہ کچھ فرحتِ عید

وکانت کِفاءً وقعةً بِاثیمةٍ
لِیُقطع منها ساعد و مقلّد

یہ سبھی ایسے جرائم کے گنہگار ہوئے
ہے سزا جس کی، کٹے ہاتھ کٹے اُن کی ورید

و یظعن اهل المکّتینِ فیهربوا
فرائصهُم من خشیةِ الشرّ ترعد

داخل و خارج مکّہ پہ ہے ہیبت طاری
بدحواسی ہوئی اشرار کی کچھ اور مزید

و یترک حرّاث یقلّبُ امره
أیتهِمُ فیها عند ذاك و یُنجد؟

راہ مِلتی نہیں مفرور نگہبانوں کو
وہ تُہامہ کی طرف جائیں، کہ ہوجائیں نجید

و تصعد بین الاخشبَینِ کتیبةٌ
لها حدجٌ سهمٌ و قوسٌ و مِرهد

دونوں اطراف سے لشکر نے کیا ہے حملہ
نیزہ و تیغ و تبَر ساتھ ہے، گائے ہے نشید

فمَن ینشَ مِن حضّار مکّة عزّه
فعزّتنا فی بطنِ مکّة افلد

عزّتِ مکّہ بچائی ہے ہمیشہ کس نے
کب کوئی عزت و حُرمت میں ہوا ہم سے مزید

نشأنا بها الناس فيها قلائل
فلم ننفكك نزدادُ خيراً و نحمدُ

لوگ جب کم تھے تو ہم نے اِسے آباد کِیا
خیر و برکت کے تھے ہر دَور میں بس ہم ہی حمید

و نُطعمُ حتیٰ يترك النّاس فضلهُم
اذا جُعلتْ ايدى المفيضين تُرعد

قحط کے دَور میں، جب بند تھی مُٹّھی سب کی
ہم نے اطعام کِیا، ہم ہی رہے صرف مفید

جزیٰ اللہ رهطاً بالحجون تتابَعوا
علیٰ ملأيهدى لِحزم و يُرشد

نیک توفیق دے اللہ حجوں والوں کو
برمَلا جو کہ حمایت میں رہے سب سے رشید

قعوداً لدَى حطم الحجون كأنَّهُم
مقاوِلةٌ بَل هُم اعزُّ و امجد

جمع سب ایک جگہ پر ہوئے بیباک و نِڈَر
جیسے شاہانِ زمانہ سے بھی عظمت میں مزید

اعان عليها كُلِّ صقرٍ كأنّه
اذا ام مشىٰ فى رفرف الدرع اجْرد

اور پھر اُن سے تعاون کِیا اُن شیروں نے
تھے جو ہتھیاروں سے یوں لیث، کہ تھے قابلِ دید

حرِیٍ علیٰ جُلیَّ الخطوب کاَنّه شهاب بکفی قابس یتوقّد	حوصلہ اُن میں ہے ہر معرکہ سَر کرنے کا ایسے روشن، کہ شہاب اُن سے کرے نور، خرید
من الاَکرمین فی لُوَیِّ بن غالب اذا سیم خسفاً وجهه یتربّد	لؤیِ غالب کے گھرانے کے یہ اشراف میں ہیں معرکوں میں نظر آتے ہیں یہی فردِ فرید
طویل النِّجاد خارج نصف ساقه علیٰ وجهه یُسقی الغمام و یُسعد	طول قامت میں بھی، تلواریں بھی لمبی لمبی ایسے چہرے کہ گھٹا جھوم کے بن جائے سعید
عظیمُ الرّماد سیّدُ بن سیّدٍ یحُضُ علی مقری الضُیوف و یحشد	ہیں سخی ابنِ سخی ، سیّدِ ابنِ سادات میہمانوں کی ضیافت میں ہمیشہ سے اکید
ایَبنی الاَبناء العشیرة صالحاً اذا نحن طفنا فی البلاد ذ یمهد	سب قبائل واشاعر میں ہیں صالح افراد اپنے گھر والوں کے ہیں حق میں ہمیشہ سے مفید

الظُّ بِهٰذا الصّلح كلُّ مُبرّاٍ
عظيمُ اللواء امره ثمّ يُحمد

شہر میں صلح کا ماحول اِنھیں سے آیا
ساتھ جو بھی رہا سب قابلِ تعریف وحمید

قضَوا ما قضَوا فی لیلِهِم ثُمَّ اصبحوا
علیٰ مهلٍ و سائر النّاس رُقّد

فیصلہ رات کا تھا، ہم کو جُدا کرنے کا
صبح نے آکے مسرّت نے سُنائی ہے نشید

هُمُو رجعوا سهل ابن بَيضاء راضياً
و سُرّ ابو بكر بِها وَ محمدّ

سہل کی بات ہی سے، سہل ہوئی ہے مشکل
خوش ابوبکر ہوئے، کی ہے محمدؐ نے بھی عید

متیٰ شُرك الاقوام فی جِلّ امرِنا
وكُنّا قديماً قبلها نتودّد

ہم معارک میں تو تنہا بھی رہے ہیں فاتح
لوگ ہر دَور میں سمجھے ہیں، فرد و مجید

وكُنّا قديماً لا نقرُّ ظُلامةً
و نُدارِكُ ما شئنا و لا نتشدّد؟

ہم کسی پر بھی کبھی ظلم نہیں کرتے ہیں
اور نہ یہ چاہتے ہیں، کوئی کسی پر ہو شدید

فَیا لِقُصَیٍّ ھل لکُم فی نفوسِکُم
و ھل لکُمُو فیما یجیءُ بہ الغد؟

اے قُصَی زادو! بتاؤ کہ حمیّت آئی؟
اور کل جان بھی پاؤ گے، سیہ اور سفید

فاِنّیِ و ایّاکُم کما قال قائل
لدیك البیانُ لَو تکلّمَت اسوَدُ

ہم میں اور تم میں تو ہے فرق کچھ اتنا واضح
دیں پہاڑوں کو زبانیں، تو ہمارے ہوں حمید



(۱۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا کرتے ہوئے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

انت النبیُّ محمد
قرم اغرُّ مسوّد۔

اے محمدؐ ! ہو تم نبیٔ حمید
اور سردارِ قوم بھی ہو وحید

لمسوّدین اکارم
طابوا و طاب المولد

پاک طینت ہو ، پاک مولَد ہو
فضل و رفعت میں تم ہو فردِ فرید

نعم الارومة اصلها
عمرو الخصمَ الاوحد

شاخِ طوبیٰ ہو تم ، شجر ہاشم
تم ہو سورج ، وہ پرتوِ خورشید

هشم الرّبیكةَ فی الجفا
نِ و عیش مكّة انكد

قحط کے دَور میں بھی ہاشم نے
اہلِ مکہ کی ، کی مدد ، تائید

فجرت بذلك سنّة
فيها الخبيزةُ تثرد

یہ بھی سنّت اُنھیں سے نکلی ہے
شوربہ روٹی ہے علامتِ عید

ولنا سقاية للحجي
جِ بها يماث لاغنجد

حاجیوں کو پِلاتے ہیں پانی
اور انگور بانٹتے ہیں عدید

والمازمان وما حوت
عرفاتها والمسجد

ہو وہ عرفہ ، کہ مازمان ہی ہو
ہے ہماری عطا ، قریب و بعید

انَی تضام ولم امُتُ
وانا الشّجاع العربِد

جنگ میں مات. ہم نہیں کھاتے
سرِ میدان ہم ہیں مثلِ حدید

وبطاحُ مكّة لا يرى
فيها نُجيع اسود

خون بہے گا نہ شہرِ مکہ میں
سختیاں کتنی ہی اُٹھائیں شدید

وبنو ابیک کانھم
أسدُ العرین توقّد

اے محمدؐ ! تمہارے بھائی سب
شیر ہیں ، صید کو کریں گے پلید

ولقد عھدتك صادقاً
فی القول لا تتزیّد

تم مجرّد صحیح کہتے ہو
بولے تم ایک لفظ بھی نہ مزید

ما زلتَ تنطقُ بالصوا
ب و انت طفلٌ امرُدُ

سچ تو تم تب بھی بولتے تھے سدا
جبکہ تھے مثلِ طفلِ غیرِ رشید



(۲۰)

حمدوثنائے پروردگار عالم کرتے ہوئے جناب ابوطالبؑ نے فرمایا:

مليكُ النّس ليس له شريك
هو الوهّاب و المبدى المُعيد

مالکِ انساں، بلاشرکت، خداوندِ وحید
ہے صفت جس ذات کی، وہّاب ومبدی ومعید

ومَن تحت السماء له بحق
ومن فوق السماء له عبيد

آسماں کے زیرِ سایہ جو بھی ہے سب ماتحت
عرش کے اوپر ہیں جو بھی، ہیں سبھی اُس کے عبید

(۲۱)

حضور اکرمؐ کی شان میں حضرت ابوطالبؑ نے جو نعت کہی اُس کے دو اشعار:

لقد اکرم اللّٰہ النبیّ محمدا
فاکرمُ خلق اللّٰہِ فی النّاس احمدٌ

یہ رتبہ تمہیں حق نے بخشا محمدؐ
کہ سارے زمانے میں بس تم ہو احمدؐ

و شقّ لہ من اسمہ لیجلّہ
فذو العرش محمود و ھذا محمدٌ

تمہیں نام بھی اُس نے اپنا دیا ہے
وہ ذو العرش محمود ، تم ہو محمدؐ



(۲۲)

کفار و مشرکین مکہ نے حضور اکرمؐ کے بائیکاٹ کے لئے جو دستاویز تیار کی تھی، اُس کا ذکر کرتے ہوئے جناب ابوطالبؑ فرماتے ہیں:

فما رجعوا حتّیٰ رأوا من محمدً
احادیث تجلوھم کلَّ فؤاد

وہ بُغضِ محمدؐ میں تب تک تھے برباد
نہ جب تک وہ دیکھا، جو دل کردے آباد

رأوا احبار کلِّ مدینۃٍ
سجوداً له من عصبة و فراد

یہ دیکھا کہ علماءِ ہر شہر و قریہ
ہیں سجدہ کناں با جماعت و اِفراد

ذریراً و تماماً و قد کان شاھدا
دریس و ھمّوا کلُّھم بفساد

ذریر و تمام و دریس ایسے عالم
سدا سے تھے نفرت میں جو مثلِ جلاّد

فقال لهم قولاً بحيرا و ايقنوا
له بعد تكذيب و طول بعاد

بالآخر بحیرا کی طرح سے مانے
ہوئے وہ بھی دل شاد، جو دل تھے ناشاد

كما قال للرهط الّذين تهوّدوا
و جاهدهم فى الله كلّ جهاد

بُحیرا نے اُن کی نبوّت کو مانا
کِیا قوم سے ہر جہاد اور ارشاد

فقال و لم يترك له النصح ردّةً
فانّ له ارصاد كلّ مصاد

کہا: ہم تو اِن کی اطاعت کریں گے
ضرورت پہ اِن کی کریں گے ہم امداد

فانّى اخاف الحاسدين و انّه
لفى الكتب مكتوب بكلّ مداد

مگر حاسدوں سے بہت ڈر ہے مجھ کو
کتابوں میں مکتوب ہے جن کی تعداد



(۲۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کمسن تھے، ۱۲۔۱۳ برس کا سن تھا تو حضرت ابوطالبؑ نے تجارتی سفر کے سلسلہ میں شام جانے کا ارادہ کیا۔ حضور اکرمؐ نے جو اپنے عمِ محترم سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، اور کسی وقت اُن سے جدا ہونے پر تیار نہیں تھے، سفر میں ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ اُس موقع پر جناب ابوطالبؑ نے یہ قصیدہ پڑھا:

انّ الامین محمداً فی قومه
عندی یفوق منازل الاولاد

ہے بالیقین محمدؐ، امین و نیک نہاد
مرا پسر نہیں، لیکن ہے برتر از اولاد

لمّا تعلق بازمام ضممته
والعیس قد قلّصن بالازواد

سواریاں ہوئیں تیّار جب کہ چلنے کو
لگا لیا ہے گلے میں نے، دیکھ کر ناشاد

فارفضّ من عینی دمع ذارف
مثل الجمان مفرّق ببداد

کچھ اِس طرح سے بہے میری آنکھ سے آنسو
کہ زِین تک نہ تھی سیلابِ اشک سے آزاد

راعيتُ فيه قرابة موصولةً
و حفظتُ فيه وصيّة الاجداد

خیال اُس سے قرابت کا بھی رکھا میں نے
اور اُس کے ساتھ تھا پاسِ وصیّتِ اجداد

و دعودتُه للسير بين عمومةٍ
بيض الوجوه مصالتٍ امجاد

کہا یہ میں نے: چچاؤں کے ساتھ ساتھ چلو
کہ سب ہیں اُن میں بڑے باوفا و نیک افراد

ساروا لأبعد طيبة معلومةٍ
فلقد تباعد طيّة المرتاد

بہ سمتِ منزلِ مقصود چل سب لوگ
وگرنہ دیتی ہے منزل بھی راہیوں کو داد؟

حتّىٰ اذا ما القوم بُصرى
عاينوا لاقوا علىٰ شرفٍ من المرصاد

قریبِ شام جو پہونچے ہیں کارواں والے
تو دیکھا ٹیلوں پہ کچھ لوگ ہیں وہاں آباد

حبراً فاَخبرَهُم حديثاً صادقاً
عنه و ردَّ معاشر الحسّاد

خبر صحیح کئی دیں وہاں بُحیرا نے
کہ جن کو ٹال گئے سُن کے سب کے سب حُسّاد

قوم یهود قد رَأوا ما قد رَأوا
ظلّ الغمامة ثاغری الاکباد

یہودیوں نے بہت صاف صاف ہے دیکھا
گذر رہی تھی جو ابر و شجر کی سب روداد

تاروا لقتل محمدٍ فنها ھُمُو
عنه و جاهد احسن التّجهاد

وہ چاہتے تھے محمدؐ کو قتل کر ڈالیں
مگر بُحیرا حمایت میں کر رہا تھا جہاد

و ثنیٰ بحیراء ذریراً فاثنیٰ
فی القوم بعد تجادلٍ و تعاد

بڑی ہی ردّ و قدح کر کے تب بُحیرا نے
کِیا ذریر وغیرہ کے شر سے ہے آزاد

و نهیٰ دریساً فانتهیٰ لمّا نُهی
عن قول جیرٍ ناطقٍ بسداد

نہ منع کرتا بُحیرا جو اُن لعینوں کو
تو مار دیتے محمدؐ کو مِل کے سب جلّاد



(۲۴)

اِسی سفر کا ذکر کرتے ہوئے، جناب ابوطالبؑ نے ایک اور قصیدہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس اشتیاق کا ذکر کیا ہے، جو آپ کو اپنے عمِ محترم کے ہمراہ سفر میں جانے کا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

بـکـیٰ طـرَبـاً لمّا رَأنی محمدٌ
کَـأنَ لا یـرانـی راجـعـاً لمَعاد

مجھے دیکھ کر رو دئے یوں محمدؐ
کہ جیسے سفر ہے مرا سوئے مرقد

فَبِتُّ یُـجـافیـنـی تهلّل دمـعـه
و عبرتـه عن مضجعی و وساد

کِیا اُس کے اشکوں نے بیچین اِتنا
نہ شب بھر لیا میں بستر و مسند

فقلتُ له: ررِّب قتودك و ارتحِل
و لا تـخـش منّی جفوةً ببلاد

کہا میں نے: لو زادِ رہ، ساتھ آؤ
رہوں مطمئن ہر جگہ تا کہ بے حد

وحلُ زمام العیس وارحلُ بنا معاً
علیٰ عزمةٍ من امرنا و رشاد

مہارِ سواری پکڑ کر نہ روکو
چلو عزم و ہمّت سے تم تا بہ مقصد

ورُح رائحاً فی الرّا ئحین منیّعاً
لذی رحِم و القوم غیر بِعَاد

سبھی رشتہ داروں سے رخصت تو ہولو
ہیں ساتھی بھی نورِ نگاہِ اب و جد

فرحنا مع العیرِ الّتی راحَ رکبھا
یرمون من غررین ارضَ ایاد

خوشی سے سواریوّں پر چل پڑے ہم
جبالِ حرم بھی ہوئے دوُر بیجد



(۲۵)

اپنے چھوٹے بھائی حضرت عبداللہؑ (والدِ پیغمبر اسلامؐ) کی وفات پر حضرت ابو طالبؑ نے مرثیہ کہا، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

عینُ ائذنی ببکاء الابد
ولا تملّی قرم لنا سند

اے میری آنکھو! اب تو میں روؤنگا تا ابد
اُس پر کہ جو تھا سیّد و سردارِ مستند

اشکو الّذی بی من الوُجدِ الشّدید له
و ما بقلبی من الاٰلام و الکمد

اُس کے فراق میں ہے مجھے اِس قدر ملال
دل میرا، گویا رنج و مصیبت کی ہے سَبَد

اضحیٰ ابوه له یبکی و اخوته
بکلّ دمعٍ علیٰ الخدّین مطرّد

جب ذبح کرنا چاہتے تھے عبدِ مُطّلبؑ
تھا بھائیوں کی آنکھوں میں اشکوں کا جزر و مد

لو عاش کان لفهر کلّها عَلِماً
اذ کان منها مکانَ الرُّوح للجسد

رہتے تو ہوتے ، سیّد و سردار قوم میں
بس روح وہ تھے، ماقی ہر ایک ہے جَسَد

(۲۶)

حضرت ابو طالبؑ نے اپنے ایمان کے سلسلہ میں ساری دنیا کو گواہ بناتے ہوئے فرمایا:

یا شاھد الخلق علیَّ فاشھَد   اَنّی علیٰ دین النّبیِّ احمد

ہیں گواہ اِس کے شاہد و مشہد   دیں مرا ، دینِ مصطفیٰ احمدؐ

مَن ضلَّ فی الدین فاِنّی مھتدی

میں ہدایت میں امجد و ارشد



(۲۷)

(چونکہ حضرت ابو طالبؑ کے نانیہال کے لوگ بھی بہت با عظمت تھے، اور اسلام سے قبل بھی اُن کے فضل وشرف کا ہر طرف چرچا تھا جس کی وجہ سے اپنے اور غیر، قریب اور دور، غرض سب ہی انھیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور جب خاندان کے فضائل و مناقب کا ذکر ہوتا تھا تو دادیہال اور نانیہال، دونوں طرف کے باعظمت افراد کے کمالات بیان کئے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو طالبؑ نے ایک موقع پر، ابوسفیان اور اُس کے اہلِ خاندان کے مقابلے میں اپنے خاندان کے بزرگان کی عظمت کے بارے میں ایک قصیدہ کہا، جس میں اپنے دو ماموؤں کا خاص طور سے تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں):

و خالیهشامُ بن المغیرة ثاقب
اذا همَّ یوماً کالحسامِ المُهنّد

میرے ماموں ہشام، نجمِ شہاب
تھے ارادوں میں تیغ اور فولاد

و خالی الوَلیدُ العدلُ عالٍ مکانُه
و خالُ ابی سفیان عمرو بنُ مرئد

دوسرے تھے ولیدِ عالی مقام
خالِ سفیان، عمرو تھا برباد

''ر'' کے قوافی

☆☆☆☆☆

(۲۸)

جب جناب حمزہؑ اسلام لائے، جن کی کنیّت ابویعلیٰ تھی، تو حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا:

صبراً ابا یعلی علیٰ دین احمدؐ
وکُن مُظهراً لِلدّین وفّقت صابراً

اے ابو یعلی ! عارفِ ماہر
دیں کے اظہار پر رہو صابر

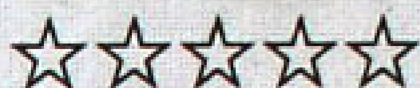
وحُطْ من اتیٰ بالحق من عند ربّه
بصدق و عزم لا تکن حمزة کافراً

حق کے پیغامبرؐ کے ساتھ رہو
حمزہ ہرگز نہ ہوئے گا کافر

فقد سرّنی اذ قُلتَ انکَ مومنٌ
فکُن لرسول اللّٰهِ ناصراً

خوش ہوں یہ جان کر کہ ہو مومن
اور رسولِ خداؐ کے ہو ناصر

و نادِ قریشاً بالّذی قد اَتیتَه	کہہ دو سارے قریش میں جا کر
جهاراً و قُلُ : ما کان احمدٌ ساحراً	کہ محمدؐ نہیں کوئی ساحر



(۲۹)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاندانِ بنی ہاشمؑ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

اذا قیل : مَن خیر هٰذا الورىٰ قبیلاً و اکـرَمَهم أسـرةً	لوگ جب پوچھتے ہیں یہ اکثر گھر شرف میں ہے کون سا برتر
انـافُ بـعبد مُـنـاف ابٍ و فـضّـلـه هـاشم الـعزةَ	کہتا ہوں : ہیں شرف میں عبدِ مناف اور ہاشم ہیں فضل کے گوہر
لقد حلّ مجدُ بنی هاشمٍ مـكـانَ الـنّعـائم و الـنثرةَ	سرفرازی میں سب بنو ہاشم مہر و ماہ و کواکب و اختر
و خیر بـنـی هـاشم احمدٌ رسـول الالٰـه علیٰ فترةٍ	اور اُن سب میں حضرت احمدؐ عہدِ فَترت کے بعد ، پیغمبرؐ

(۳۰)

جناب ابوطالبؑ نے اپنے ایک ماموں، جن کا لقب ''زادالرکب'' تھا، اُن کی وفات پر مرثیہ کہا، اُس کے چند اشعار یہ ہیں:

اَرقتُ و دَمعُ العینِ فی العین غائرُ
و جاذتُ نما فیها الشؤونِ الاَعاورُ

غمِ فراق میں آنکھیں ہیں چشمۂ لبِ تر
نظر میں گھوم رہا ہے بس ایک ہی منظر

کاَنَّ فراشی فوقہٖ نارُ موقدٍ
من اللیل او فوقَ الفراشِ السّواجرُ

میں ساری رات تڑپتا رہا ہوں بستر پر
کچھ اِس طرح سے کہ جیسے ہو آگ کا بستر

علیٰ خیر جافٍ من قریش و ناعلٍ
اذا الخیرُ یُرجیٰ او اذا الشّرُّ حاضر

قریش والوں میں اک بہترین انساں تھے
امورِ خیر کے آمر تو ناھیِ مُنکَر

اَلا اِنَّ زادَ الرّکبِ غیر مدافعٍ
بسروِ سحومٍ غیّبتہ المقابر

نہ ''زادِ رکب'' کے ایسا تھا کوئی دنیا میں
ملال ہے کہ ہیں اب وہ بھی قبر کے اندر

بسرو سحیم عارف و مناکراً
و فارس غارات خطیب و یاسر

اب اُس شجاع پہ سرو سحیم روتے ہیں
جو خوش بیانی و اخلاق میں مہہ و اختر

تنادَوا بانُ لا سیّد الحیّ فیهم
و قد فجع الحیّان: کعب و عامرُ

ہے سب کو رنج تو سردار کے بچھڑنے کا
غموں میں ڈوبے قبائل ہیں: کعب اور عامر

و کان اذا یاتی من الشّام قافلاً
تقدّمه تسعی الینا البشائرُ

وہ لیکے قافلہ جب شام سے پلٹتے تھے
چھلکنے لگتا تھا خوش حالیوں کا اک کوثر

فیصبح اهل الله بیضاً کانّما
کستهم حبیرا ریدة و معافرُ

سفید پوش نظر آتے تھے سب اہلِ حرم
یمن کے، جسموں پہ ہوتے تھے 'ریدہ' و 'مغفر'

توىً دارةً لا یبرح الدّهرَ عندها
مُجعجعةً کرمٌ سمانٌ و باقرُ

وہ میزبان تھے ایسے کہ اونٹ اور گائے
سدا بندھے رہا کرتے تھے اُن کی چوکھٹ پر

اذا اکلتْ یوماً اتی الغدَ مثلها
زوامِقُ زهـم او مـخاض بهازرُ

گئے ہیں آج اگر سَیر ہو کے کچھ مہماں
تو ہونگے اُتنے ہی حیوان کل کو پھر دَر پر

ضروب بنصل السّیف سوق سمانها
اذا عـدمـوا زاداً فـاِنّک عـاقـر

کچھ اِسطرح کے تھے شمشیر زن وہ میداں میں
جو زَد پہ آیا، بسا پھر کبھی نہ اُس کا گھر

فاِن لا یکُن لحم غریض فاِنّه
تُـکـبُّ علیٰ افواهِهِنَّ الغرائر

چلی ہے جس پہ بھی تلوار، اُس پہ راتوں میں
سُلگتے جسموں نے نوحہ کیا منہ ڈھک کر

فیـالك مـن نـاعٍ حییتَ بِـاَلّةٍ
شِـراعیّة تصفرُ منها الاظافر

غمِ فراق و جدائی میں اب یہ عالم ہے
ہیں جسم زرد تو آنکھوں کے رنگ ہیں احمر



(۳۴)

ایک موقع ایسا آیا تھا جب حضرت ابوطالبؑ نے (بہت دیر تک) پیغمبر اکرمؐ کو نہیں دیکھا اور یہ شبہہ پیدا ہوا کہ (خدانخواستہ) قریش نے حضور اکرمؐ کو کسی قسم کی گزند تو نہیں پہونچائی!۔ اُس موقع پر آپ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

الا اَبلغُ قریشاً حیثُ حلّت
وکُلُّ سرائر منها غرور

جہاں کہیں بھی ہوں کہہ دو قریش سے یہ ضرور
جو اُن کے دل ہے وہ صرف ہے فریب وغرور

فاِنّی و الضوابح غادیاتٍ
و ما تتلو السفاسرة الشّهور

مَیں پُس سکون بڑی تیز رَو سواری سے
رسَد کے ساتھ ہوں، منزل سے اب نہیں ہوں دُور

لآل محمدٍ راعٍ حفیظ
وداد الصّدر منّی و الضبیر

سدا سے آل محمدؐ کی دل میں اُلفت ہے
تبھی تو فکرِ حفاظت کا اِس قدر ہے وفور